سِلام کی بُنیادی اُصطلاحات

عبدُالمُنعِم مُصطفیٰ حلیمہ

حفظہ اللہ تعالیٰ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرضِ مترجم

اِس کتابچے میں دِین اسلام کی چند اہم بنیادی اصطلاحات کا انتخاب شیخ عبدالمنعم کی کتاب 'قواعد التکفیر ' سے کیا گیا ہے۔قواعد التکفیر اپنے موضوع پر نہایت مدلل اور مفصل کتاب ہے۔ پوری کتاب کا ترجمہ جہاں ضروری ہے وہاں وقت طلب اور محنت کا بھی متقاضی ہے۔امید ہے کہ چند ماہ میں کتاب کا ترجمہ مکمل ہو جائے گا۔کتاب کے ترجمے اور اشاعت سے پہلے دین اسلام کی موضوع سے متعلقہ شرعی اصطلاحات کا قاری کے علم میں آجانا' آئندہ کتاب کے سمجھنے میں نہایت معاون ثابت ہوگا' دوسری طرف دین کی یہ اصطلاحات اپنے طور پر بھی نہایت اہم ہیں' اِن پر ایک مستقل کتابچہ مرتب ہوجانا بذات خود ایک مفید کام ہے۔ان اصطلاحات کے جاننے کے بعد آپ دین اسلام کو بہتر طور پر سمجھ سکیں گے اور اپنے آپ کو ایک واضح منہاج' منہج اہل سنت والجماعت پر کھڑا پائیں گے۔یہی طائفہ منصورہ ہے اور رسول اللہ ﷺ اسی سے پیوستہ رہنے کی تلقین کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ اس طائفہ منصورہ کی نشانی یہ ہے کہ **ما انا علیه و اصحابی** جس طریقہ پر میں اور میرے ساتھی ہیں.یہی فلاح پانے والا گروہ ہے۔

دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اِفراط وتفریط سے محفوظ رکھتے ہوئے اُس راستے پر چلنے کی توفیق بخشے جو اللہ، رسول اللہ ﷺ اور ان کے ساتھیوں کا راستہ تھا ۔ رضوان اللہ علیہم اجمعین

❁ ❁ ❁

مقدمة

اِس بات میں شک نہیں کہ عام لوگ دُنیاوی یا دینی معاملے میں یا تو غلو میں مبتلا ہوکر افراط کا شکار ہوتے ہیں یا پھر عدل کا پیمانہ چھوڑ کر تفریط کا شکار ہوتے ہیں اور اہلِ حق جو اِن دو انتہاؤں کے درمیان وسط اور عدل وانصاف کرتے ہیں، اُن کی تعداد بہت کم ہے یا نہ ہونے کے برابر ہے' اگرچہ ایک ایسا گروہ جو عدل و انصاف اور تعصب سے ہٹ کر صراطِ مستقیم پر چلنے والا ہے ہمیشہ ہی اِس اُمت میں رہتا ہے' اور تا قیامت رہے گا، لیکن اُن کی تعداد بہت کم ہے۔

مسلم اُمہ جس طرح بہت سے مسائل میں گھری ہوئی ہے اُس میں سے ایک مسئلہ دوسرے لوگوں کی تکفیر کرنے کا ہے، اور پھر اُس کے نتیجے میں اُن کی جان و مال اور عزتِ نفس کی بے حرمتی کرنا، اِس طرح کہ نہ حق وانصاف کے تقاضے پورے ہوتے ہیں اور نہ اہلِ سنت والجماعت کے اصول وضوابط کی پوری پابندی ہو پاتی ہے۔ اصول وضوابط کی پوری پابندی نہ کرنے کی وجہ سے ایسے افراد کا طرزِ عمل اسلام کے ابتدائی دور میں رونما ہونے والے پہلے فرقے خوارج کے طرزِ عمل کی طرح ہوتا ہے۔ خوارج کبیرہ گناہ کے مرتکب کی تکفیر کرتے تھے اور پھر اُن کے خلاف برسرِ پیکار ہو جاتے تھے، اور عقیدہ ولاء (اللہ کے لئے محبت) اور براء (اللہ کے لئے دُشمنی) کو بنیاد بنا کر کبیرہ گناہ کے مرتکب سے نفرت اور بغض رکھنا عین عبادت سمجھتے تھے، حالانکہ اُس وقت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اُن کے کثیر تعداد میں متّبعین کا یہ عقیدہ نہیں تھا، جو اصلی اہلِ سُنت والجماعت تھے۔ اِسی فرقے خوارج کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا، اُس فرقے کی پہچان یہ ہوگی کہ وہ اہلِ اسلام کے خلاف تو تلوار اُٹھاتے ہوں گے مگر بت پرستوں سے کوئی تعرض نہیں کرتے ہوں گے، اگر میرے زمانے میں یہ گروہ پیدا ہوا تو میں اُنہیں اُسی طرح نیست و نابود کردوں گا جیسے قومِ عاد کا نام ونشان مٹ گیا تھا۔ (صحیح بخاری)

صحابیِ رسول عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ فرقہ قرآن مجید کی وہ آیات جو کفار سے متعلق نازل ہوئی تھیں اُنہیں مسلمانوں کے اُوپر منطبق کرتا تھا۔ (صحیح بخاری)

ایک طرف تو ہمارے زمانے میں خوارج کی طرح کا ایک طبقہ پایا جاتا ہے کہ جو مسلمانوں کی تکفیر میں افراط کا شکار ہے' تو دوسری طرف ابتدائی دور کے ایک دوسرے فرقے ''جھمیه'' اور ''مرجئه'' کی طرح کا ایک بڑا طبقہ ایسا ہے

کہ وہ کسی قسم کے عمل یا عقیدے کے حامل شخص کی تکفیر کرنے کا قائل ہی نہیں ہے، وہ اپنے طرزِ عمل سے اِس غلط عقیدے کو ثابت کرتے ہیں کہ کلمہ گو شخص کسی صورت میں کافر نہیں ہوسکتا۔

سو یہ دوسرا گروہ تفریط اور تساہل کا شکار ہو کر عدل وانصاف کو چھوڑ بیٹھتا ہے، وہ محض اسلامی ناموں سے مشابہت کی بنا پر، جو دراصل ثقافتی اور معاشرتی نام ہوتے ہیں، اُنہیں مسلمان سمجھتے اور مسلمانوں والے احکام لاگو کرتے ہیں، خواہ وہ کیمونسٹ ہو یا سیکولرازم کا نظریہ رکھتا ہو، بھلے اسلام اور مسلمانوں کا مذاق ہی اُڑاتا ہو، ایک مرتبہ شناختی کارڈ میں اپنا مذہب اسلام لکھوانے کے بعد اللہ اور اُس کے رسول کے باغیوں کا حامی بن کر بھی کوئی اُسے دائرۂ اسلام سے خارج کرنے کی جسارت نہیں کرسکتا۔ ❶

جهمیه اور **مرجئه** کا طرزِ عمل رکھنے والا یہ گروہ قرآن مجید کی وہ آیات جو مومن یا گناہ گار مومنین کے متعلق نازل ہوئی تھیں، اُن کا انطباق ایسے لوگوں پر کرتے ہیں جو کفر والحاد کی وجہ سے کافر ہو کر دائرۂ اسلام سے نکل چکے ہوتے ہیں ۔ یہ گروہ ہر قسم کے اعمال اور الحادی نظریات رکھنے والوں کے لئے قرآنِ مجید سے ایسے احکام نکال لانے کی خدمت کرتا ہے جس سے وہ بدستور مسلمان رہتے ہیں اور اُمت کے اندر خرابیِ بسیار کا باعث بنتے ہیں، یہاں تک کہ طاغوت کے بنائے ہوئے دستور کے مطابق فیصلے کرنے والے کے لئے کہتے ہیں کہ یہ کفر دون کفر ہے، یعنی محض کبیرہ گناہ!

اِسی طرح نماز کے بالکلیہ تارک کے لئے بھی ڈھونڈ ڈھونڈ کر گنجائش پیدا کرتے ہیں اور اِس طرح نماز جیسے لازمی فریضے کے ترک کرنے کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں اور ہمارے معاشرے میں اِس وجہ سے نمازِ پنجگانہ سے غفلت کرنے والے بڑھتے چلے جارہے ہیں، حالانکہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، دینِ اسلام کا آخری فعل جسے چھوڑا جائے گا وہ نماز ہوگی۔

جدید دور کے **مرجئه** کہتے ہیں، نماز ایک عمل ہے، عقیدہ نہیں، اور کسی عمل سے انسان کافر نہیں ہوتا جب تک کہ دِل سے اُس کا قائل نہیں ہوجاتا، خواہ عمل کسی بھی نوعیت کا ہو۔

اِس گروہ کی تنگ نظری میں جسے یہ وسعتِ نظری کہتے ہیں، کسی عمل سے کفر ثابت نہیں ہوتا، جہاں تک عقیدے اور نظریات کا تعلق ہے تو اِس کا دائرہ بھی تنگ ہو کر حلال و حرام اور دِل میں صاف انکار میں سمٹ کر رہ گیا ہے، اِس مختصر دائرے میں بھی وہ شدید احتیاط برتنے کے قائل ہیں، کہ حرام کو حلال کرنے والے کی یہ شروط ہیں کہ جسے حلال کیا جارہا ہے وہ اِس نوعیت کی چیز ہو کہ جس سے کفر لازمی ہوتا ہو، مزید برآں، دِل میں بھی وہ واضح طور پر اُس

چیز کے حلال ہونے کا قائل ہو نیز متعلقہ شخص کو کھول کر اپنا یہ نظریہ سنوا بھی چکا ہو، اگر یہ شروط پوری نہیں ہو پاتی ہیں تو اُن کے نزدیک کفر ثابت نہیں ہوگا، کفریہ اعمال اور اُن پر صاحبِ عمل کے راضی ہونے کے قرائن اُس گروہ کے لئے ناکافی دلائل ہیں۔

محترم قارئین! یہ دونوں گروہ یعنی خوارج فی زماننا اور مرجئة العصر مل کر دین کے تصور کو بگاڑ رہے ہیں کیونکہ یہ انتہائی نازک مسئلہ ہے، اگر بِلا علم وبرہان کسی شخص کی تکفیر کی جائے تو یہ ایک خطرناک بات ہے، اور اگر تساہل اور کم علمی کی وجہ سے کسی کافر کو کافر نہ کہا جائے تو یہ بھی اوّل الذکر سے کم خطرناک نہیں ہے، کہ اصولِ اہلِ سنت والجماعت میں سے یہ بھی ایک قاعدہ ہے کہ کافر کو کافر نہ کہنا یا اُس کے کفر میں شک کرنا بذاتِ خود ایک کفر ہے۔

افراط وتفریط سے نکلنے کی صورت علم کا حصول ہے، اور علم میں سب سے اہم توحیدِ باری تعالیٰ کی معرفت ہے، اُس کے اسمائے وصفات اور اللہ کے حقوق کا ادراک کرنا اور شرک اور الحاد سے بچنا شامل ہے۔ ایسا شخص جو شرک کی پہچان سے کورا ہے بعید نہیں کہ شرک میں مبتلا ہو جائے، اور غیر اُللہ میں خدائی صفات کو ٹٹولتا ہوا در بدر ٹھوکریں کھاتا رہے۔

یہ بات نہایت اہم ہے کہ توحید کا علم ہر مسلمان پر فرض عین ہے، اِس کا علم کتاب وسنت سے، فہمِ سلف کے مطابق حاصل کیا جائے گا نہ کے علمِ کلام اور فلاسفہ کے فہم کے مطابق۔

یہ کتاب لکھنے کی غرض وغایت مولف کے نزدیک یہ ہے کہ اِس اہم اور نازک ترین مسئلے کو اُمت کے عوام وخواص پر روشن دلیلیوں سے سلف صالحین کے فہم کے مطابق واضح کیا جائے تاکہ ایک مسلمان غلو اور افراط میں پڑ کر کسی ایسے شخص یا گروہ کی تکفیر نہ کرے، جس کا اسلام پر ہونا از روئے علم باقی ہے اور اِسی طرح ایسے شخص یا گروہ کو مسلمان سمجھنا جو از روئے علم کافر ہو کر دائرۂ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔

اگرچہ موضوع انتہائی نازک اور کثیر علم کا متقاضی ہے اور ہم نے اِس کے لئے حتی المقدور کام بھی کیا ہے لیکن سب توفیق اور سداد اللہ تبارک وتعالیٰ کے ہاتھ میں ہے، وهو حسبي ونعم الوكيل

عبدالمنعم مصطفیٰ حلیمة حفظ اللہ تعالیٰ

ابو بصير الطرطوسي

۴ صفر ۱۴۱۵

اہم شرعی اصطلاحات

الکفر: لغت کی رو سے کفر سے مراد ہے کسی چیز کو چھپانا یا ڈھانکنا، کاشت کار کو بھی کافر اِس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ بیج کو مٹی میں (اُگنے کے لئے) بو کر چھپا دیتا ہے۔

شریعت نے یہ لفظ اِس لئے استعمال کیا ہے کہ کافر اللہ کی نعمتوں کو چھپاتا ہے اور اُن کا انکار کرتا ہے، **علامہ الازہری** رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، اللہ کی نعمتوں میں یہ واضح ترین دلالت ہے کہ اُن کا خالق ایک ہی رب العالمین ہے اور کافر اِسی نعمت کا انکار کرتا ہے۔ اِسی طرح اللہ تعالیٰ کا انبیاء کو کتاب، معجزات اور دلائل سے مبعوث کرنا بھی ایک نعمت ہے، اور کافر انبیاء پر عدمِ ایمان کی وجہ سے اُس نعمت کو اپنے رویے سے چھپاتا ہے اور اُس کا انکار کرتا ہے۔ [1]

اصطلاح میں ایمان کے متضاد چیز کو کفر کہتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ اللہ اور اُس کی نعمتوں کا انکار کرنا۔

شریعت میں کفر کی دو اقسام ہیں، کفرِ اکبر اور کفرِ اصغر۔

کفرِ اکبر : کفرِ اکبر کا مرتکب شخص اسلام کی صفت اور اُس کے نام (مسلم) سے متصف نہیں رہتا یا دوسرے لفظوں میں وہ دائرۂ اسلام سے خارج قرار پاتا ہے، دائرۂ اسلام میں نہ ہونے کی وجہ سے اُسے اسلام کا تحفظ اور احترام بھی حاصل نہیں رہتا، اِس طرح اگر وہ ابتداء سے ہی کافر تھا، تو دُنیا میں اُس پر کفر کے احکام لاگو ہوں گے اور اگر اسلام لانے کے بعد کفر کیا تو ارتداد کے احکام لاگو ہوں گے، آخرت میں اُس کا انجام ہمیشہ کے لئے دوزخ میں جلنا اور ہر قسم کی شفاعت سے محروم ہونا ہے۔

کفر یہ نظریے اور اعتقاد کے بھی وہی احکام ہیں جو اُوپر بیان ہوئے ہیں، اِسی طرح کفرِ بواح کے بھی وہی احکام ہیں جو ہم بیان کر چکے ہیں۔

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں جس چیز کی دعوت دی تھی وہ یہ تھی کہ ہم اُن کی اِس بات پر بیعت کریں کہ ہم سنیں گے اور (بلا چوں چرا) اطاعت

کریں گے، خواہ اِس میں آسانی ہو یا آخری درجے کی سختی، تونگری ہو یا ناداری ومفلسی، خواہ ہمارا حق ہی کیوں نہ مارا جائے، ہم خلافت میں اُس کے اہل لوگوں سے خلافت چھیننے کی کوشش نہیں کریں گے، اِلا یہ کہ وہ کفرِ بواح کے مرتکب ہوں اور ہمارے پاس اللہ کی طرف سے اِس مسئلے میں واضح ترین دلیل موجود ہو۔

اِس حدیث میں {إلا ان تروا كفراً بواحاً} میں کفرِ بواح سے مُراد کفرِ اکبر ہے جس کے اِرتکاب سے وہ شخص دائرۂِ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔

کفرِ بواح کے تحت کفر کی کئی اقسام آتی ہیں جیسے کفرِ عناد، کفرِ انکار، نخوت اور تکبر کی وجہ سے کفر، کفر جحود (برہان اور دلیل کے قلب واذہان میں واضح ہونے کے باوجود کھلے لفظوں میں انکار کرنا) کفرِ نفاق، جھٹلانے اور حرام کو حلال کرنے کی بنا پر کفر کرنا، اسلام سے نفرت اور حقارت کی وجہ سے کفر کرنا، اسلام پر طعن وتشنیع اور تمسخر اُڑانے سے کفر کا مرتکب ہونا اور لا پرواہی اور حد درجے کی غیر سنجیدگی کی وجہ سے کفر کا مرتکب ہونا جسے کفرِ اعراض بھی کہتے ہیں۔[1]

مذکورہ بالا تمام اقسام کفرِ بواح یا کفرِ اکبر کے تحت آتی ہیں، اِن میں سے کسی ایک کا مرتکب کافر ہو کر دائرۂِ اسلام سے خارج ہو جائے گا، اور جیسے جیسے اِس کی کفریہ اقسام بڑھتی جائیں گی ویسے ہی اُس کا کفر شدید سے شدید تر ہوتا جائے گا

کفرِ اصغر : اِس کا مرتکب دائرۂِ اسلام سے خارج نہیں ہوتا اور اسلام کی صفت سے متصف بھی رہتا ہے اور اسلام کا تحفظ بھی اُسے حاصل رہتا ہے، آخرت میں اُس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے، چاہے تو اُسے سزا دے اور چاہے تو درگزر فرمائے، اگر اُسے عذاب دینا قرار پایا تو یہ ہمیشگی کا عذاب نہ ہوگا، ایسے شخص کو اللہ کی اجازت سے شفاعت بھی نصیب ہو سکتی ہے۔

کفرِ اصغر کے دیگر مترادفات یہ ہیں، چھوٹا عملی کفر، کفرِ نعمت اور کفر دون کفر۔

کفر نعمت کی مثال:

قَالَ ٱلَّذِي عِندَهُۥ عِلۡمٌ مِّنَ ٱلۡكِتَٰبِ أَنَا۠ ءَاتِيكَ بِهِۦ قَبۡلَ أَن يَرۡتَدَّ إِلَيۡكَ طَرۡفُكَۚ فَلَمَّا رَءَاهُ مُسۡتَقِرًّا عِندَهُۥ قَالَ هَٰذَا مِن فَضۡلِ رَبِّي لِيَبۡلُوَنِيٓ ءَأَشۡكُرُ أَمۡ أَكۡفُرُ

”ایک شخص جس کے پاس کتاب الٰہی کا علم تھا کہنے لگا کہ میں آپ کے پاس پلک جھپکنے سے پہلے اس کو پیش کر سکتا

ہوں، سو جب اس (سلیمان) نے اسے اپنے پاس رکھا دیکھا تو کہا کہ یہ میرے رب کے فضل کا نتیجہ ہے تاکہ وہ مجھے آزمائے کہ میں شکر کرتا ہوں یا کفر کرتا ہوں۔ (النمل: 40)

اِسی طرح رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمانا کہ **سباب المسلم فسوق وقتاله کفر**۔ مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور اُس سے برسرِ پیکار ہونا کفر ہے۔ (مسلم)

دوسری اہم اصطلاح : شرک

شــــرک : شرک یہ ہے کہ اللہ کی الوہیت یا ربوبیت میں اس کا ہم سر، شریک تصور کیا جائے اِس کے علاوہ اللہ کے اسماء وصفات اور ایسے اوصاف جو صرف اللہ کے لیے خاص ہیں ان صفات سے کسی دوسرے کو متصف سمجھنا۔

شرک کی بھی دو اقسام ہیں، شرکِ اکبر اور شرکِ اصغر۔

شرک اکبر : شرکِ اکبر، کفرِ اکبر کی طرح ہے اور اِس کے احکام بھی کفرِ اکبر کی طرح ہیں جیسے نیکیوں کا برباد ہونا، دائرہ اِسلام سے خارج ہونا، جہنم میں ہمیشگی کا عذاب اور شفاعت سے محروم رہنا، اِس کی دلیل کتاب اُللہ کی یہ آیات ہیں۔

﴿**ان الله لا يغفر ان يشرك به ويغفر مادون ذلك لمن يشاء**﴾(النساء :48)

"اللہ بس شرک ہی کو معاف نہیں کرتا، اِس کے ماسوا دوسرے جس قدر گناہ ہیں وہ جس کے لئے چاہتا ہے معاف کر دیتا ہے۔"

اسی طرح سورہ مائدہ میں فرمایا:

﴿ **أَنَّهُ مَنْ يُشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْحَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ**﴾ (المائدہ:72)

"جس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا اُس پر اللہ نے جنت حرام کر دی۔"

ایک اور مقام پر فرمایا۔

﴿**لئن اشركت ليحبطنّ عملك ولتكوننّ من الخٰسرين**﴾(الزمر: 65)

"اگر تم نے شرک کیا تو تمہارا عمل ضائع ہو جائے گا اور تم خسارے میں رہو گے۔"

مذکورہ بالا آیات میں شرک کی دلالت اور کفرِ اکبر کی دلالت ایک ہی ہے یا دوسرے لفظوں میں یوں کہہ سکتے ہیں کہ ہر کفر

شرک ہوتا ہےاوراسی طرح ہرشرک کفرہوتا ہے ,بناء بریں ہرکافرمشرک بھی ہوتا ہےاور ہرمشرک کافربھی ہوتا ہے، جیسے سورۃ آلِ عمران میں اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے۔

﴿سنلقی فی قلوب الذین کفروا الرعب بما اشرکوابالله﴾ (آل عمران :151)

''عن قریب وہ وقت آنے والا ہے جب ہم منکرینِ حق کے دِلوں میں رعب بٹھادیں گے،اس لیے کہ انہوں نے اللہ کے ساتھ ان کوخدائی میں شریک ٹھرایا ہے۔

اِس آیت میں کہا گیاہے کہ جن لوگوں نے کفرکیا ہم اُن کےشرک کی وجہ سےاُن کے دِلوں میں ہیبت بٹھادیں گے،اِس آیت میں کفراورشرک کاوصف بیک وقت اُن پر منطبق کیا گیا ہے۔اِسی طرح سورۃ توبہ میں فرمایا۔

ماکان للمشرکین عن یعمّروا مساجد الله شٰهدین علی انفسهم بالکفر(التوبه:17)

''مشرکین کا یہ کام نہیں ہے کہ وہ اللہ کی مسجدوں کے مجاوروخادم بنیں، درآنحالیکہ اپنے اُوپرخودکفرکی شہادت دے رہے ہیں''۔

اِس آیت میں بھی جن لوگوں کے لئے کفرکاوصف استعمال ہواہے،اُنہیں شرک سےبھی متصف کیا گیا ہے۔

سورۃ کہف میں ایک شخص کا قصہ بیان ہوا ہے،جس کے دو ہرے بھرے باغ تھےلیکن وہ کفرانِ نعمت کا شکار ہوکر آخرت اوردوبارہ جی اُٹھنےکاانکارکرتاتھا،قرآن میں اِس شخص کوکبھی کافرکہا گیا ہےاورکبھی مشرک۔

اللہ تعالیٰ اُس کےمتعلق فرماتا ہے:

﴿ **قال له صاحبه وهو یحاوره اکفرت بالذی خلقک من تراب' ثم من نطفة ثم سوّاک رجلا**﴾(الکهف :37)

''اُس کے ہمسائے نے گفتگوکرتے ہوئے اُس سے کہا کیاتوکفرکرتا ہے،اُس ذات سےجس نے تجھے مٹی سے،اور پھر نطفے سے پیدا کیا،اور تجھے ایک پوراآدمی بنا کھڑاکیا''

یہاں باغ کے مالک کوکافرکہا گیا ہےاورآیت ۴۲ میں اُس کے لئےشرک کاوصف بیان کیا گیا ہے:۔

واحیط بثمره فاصبح یقلّب کفّیه علی ما انفق فیها و هی خاویة علی عروشیها ویقول یلتنی لم اشرک بربه احداً ا(الکهف :42)

''آخرکاررہوایہ کہ اُس کاساراثمرماراگیااوروہ اپنےانگوروں کے باغ کوٹٹیوں پراُلٹاپڑادیکھ کراپنی لگائی ہوئی لاگت پر

ہاتھ ملتارہ گیا اور کہنے لگا کہ کاش! میں نے اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھرایا ہوتا۔''

حدیث رسول میں بھی نماز کے تارک کے لئے ایک جگہ کفر اور دوسری جگہ مشرک کے الفاظ آئے ہیں:۔

عن بریدة رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول الله ﷺ { یقول العهد الذی بیننا و بینهم الصلاة,فمن تر کها فقد کفر}

''حضرت بریدة رضی اللہ عنہ سے راویت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے فرماتے تھے ہمارے اور ان کے درمیان جو عہد ہے وہ نماز ہے جس نے اس کو ترک کیا وہ کافر ہوا۔ اس کو احمد، ابوداؤد، نسائی اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ ❶

دوسری جگہ صحابی رسول ثوبان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

قال سمعت رسول الله { یقول بین العبد و بین الکفر و الایمان الصلاة فاذا تر کها فقد اشرک}

''صحابی رسول ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا فرماتے تھے بندے اور کفر اور ایمان کے درمیان نماز ہے جب اسے ترک کیا تو بے شک اس نے شرک کیا (اس روایت کو ہبۃ اللہ طبری رحمۃ اللہ علیہ نے اسناد صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے) ❷

شرکِ اصغر: یہ کفرِ اصغر کی طرح ہے، اِسے شرکِ خفی بھی کہتے ہیں، اِس کا مرتکب دائرۂ اسلام سے خارج نہیں ہوتا، اور نہ ہی اُس سے ایمان بالکلیہ خارج ہوتا ہے، آخرت میں اِس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کی منشا پر ہے خواہ عذاب دے یا درگزر فرمائے، اگر عذاب بھی دے تب بھی شفاعت نصیب ہونے کا امکان ہے اور یہ عذاب دائمی بھی نہیں ہوگا۔

حضرت محمود بن لبید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا، مجھے تم سے سب سے زیادہ خطرہ شرکِ اصغر میں پڑنے کا ہے، لوگوں نے پوچھا شرکِ اصغر کیا ہے، تو آپ نے فرمایا، ''دکھاوا''

تیسری اہم اصطلاح : فسق

فسق : جب اناج کا دانہ چھلکے سے باہر نکل آئے تو کہتے ہیں کہ **فَسَق** چوہیا اپنے بل سے باہر نکلے تو کہتے ہیں، **والفارۃ عن جحرھا**، انسان کا فسق یہ ہے کہ وہ سرکشی کرتے ہوئے اپنی حدود و قیود سے باہر نکل آئے، کہتے ہیں کہ **فَسَقَ عن امر ربه** وہ اپنے رب کی اطاعت سے نکل گیا۔
پہلی دو اصطلاحوں کی طرح فسق کی بھی دو اقسام فسق اکبر جس کا مرتکب دائرۂ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے اور فسقِ اصغر یہ دوسرا فسق گناہ ہوتا ہے اور اِس کا مرتکب بدستور اسلام پر ہی سمجھا جاتا ہے۔

فسقِ اکبر : سابقہ اصطلاحوں کی طرح کفرِ اکبر یا شرکِ اکبر کے مترادف ہے جیسا کہ سورۃ بقرہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

﴿ولقد انزلنا الیک آیٰت بیّنٰت وما یکفر بھا الّا الفٰسقون﴾(البقرۃ:99)

''ہم نے تمہاری طرف ایسی آیات نازل کی ہیں جو صاف صاف حق کا اظہار کرنے والی ہیں، اور اِن کی پیروی سے صرف وہی لوگ انکار کرتے ہیں جو فاسق ہیں۔''

فسقِ اصغر : فسقِ اصغر سے انسان کافر نہیں ہوتا، گناہ کرنے والے کے لئے یہ اصطلاح استعمال ہوتی ہے، اور اِس کے مخاطبین اہلِ ایمان ہوتے ہیں، جیسے سورۃِ حجرات میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

یایھا الذین آمنوا ان جآکم فاسق بنبإٍ فتبینوا (الحجرات: 6)

''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو تحقیق کر لیا کرو''

حج کے احکام بتلاتے ہوئے فرمایا:

﴿فلا رفث ولا فسوق ولا جدال فی الحج﴾(البقرہ :197)

''حج کے دوران میں اُس سے کوئی شہوانی فعل، کوئی بدعملی، کوئی لڑائی جھگڑے کی بات سرزد نہ ہو۔''

ظاہر ہے حج مسلمانوں پر فرض ہے، کافروں پر نہیں، اس لئے اس آیت میں فسقِ اصغر مراد ہے کیونکہ حج میں سرزد ہونے والی ان فروگزاشتوں سے حاجی کافر نہیں ہو جاتا۔

فسق اصغر کے معنی میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، **سباب المسلم فسوق** مسلمان کو گالی دینا فسق ہے۔(مسلم)

گویا شرعی استعمال میں فسق کبھی کفرِ اکبر کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اور کبھی گناہ کے لئے استعمال ہوتا ہے ، جملہ اور اُس کے سیاق وسباق سے دو میں سے کوئی ایک معنی حتمی طور پر متعین ہوجاتا ہے،کبھی سیاق وسباق کے ذریعے اور کبھی دوسری قرآنی یا غیر قرآنی نصوص کے ذریعے سے علماء فسق اکبر یا فسق اصغر میں سے جو بھی مراد ہوتی ہے اسے بہ آسانی سمجھ لیتے ہیں اور کسی ابہام کا شکار نہیں ہوتے کیونکہ فسق اکبر اور فسق اصغر میں بہت بڑا فرق ہے اس لئے شریعت میں ان اصطلاحوں کے استعمال میں کوئی ابہام نہیں ہوتا۔

چوتھی اصطلاح : ظلم

ظلم : کسی چیز کا حد سے باہر نکلنا یا کسی چیز کو اُس کے مناسب مقام پر نہ رکھنا شریعت کی اصطلاح میں ظلم کہلاتا ہے، ظلم کی بھی دو قسمیں ہیں، ظلمِ اکبر اور ظلمِ اصغر اور اوّل الذکر کفرِ اکبر اور آخر الذکر کفرِ اصغر کے مترادف ہے۔

ظلم اکبر : سورہ لقمان میں لفظ ظلم ' کفر اکبر کے معنی میں استعمال ہوا ہے.جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ان الشرک لظلم عظیم﴾ (سورة لقمان:31)

''حق کی بات یہ ہے کہ شرک بہت بڑا ظلم ہے۔''

ظلمِ اصغر : اِس کا مرتکب عاصی اور گناہ گار کہلاتا ہے، اسلام کا تحفظ اور اُس کے حقوق اُسے بدستور حاصل رہتے ہیں، اِس کی دلیل سورۃ بقرہ میں ہے:

﴿واذا طلّقتم النساء فبلغن اجلھنّ فامسکوھن بمعروف او سرحوھن بمعروف ولا تمسکوھن ضرارا لتعتذروا ومن یفعل ذالک فقدظلم نفسه﴾(البقرة:231)

''اور جب تم عورتوں کو طلاق دے دو اور اُن کی عدت پوری ہونے کو آجائے ،تو یا بھلے طریقے سے اُنہیں روک لو یا بھلے طریقے سے رخصت کردو، محض ستانے کی خاطر اُنہیں نہ روکے رکھنا، کہ یہ زیادتی ہوگی اور جو ایسا کرے گا، وہ درحقیقت آپ اپنے ہی کے اُوپر ظلم کرے گا۔ اِسی طرح آل عمران میں فرمایا:

﴿والذین اذا فعلوا فاحشة او ظلموا انفسهم ذکر اللہ﴾ (آل عمران :135)
''اور جن کا حال یہ ہے کہ اگر کبھی کوئی فحش کام اِن سے سرزد ہو جاتا ہے یا کسی گناہ کا ارتکاب کر کے وہ اپنے اُوپر ظلم کر بیٹھتے ہیں تو معاً اللہ اُنہیں یاد آجاتا ہے۔''

یہاں بھی ظلم کا لفظ ظلم اصغر یا دوسرے لفظوں میں معصیت اور گناہ کے معنی میں استعمال ہوا ہے، ظلم کی اصطلاح کب ظلمِ اکبر بمعنی کفرِ اکبر اور شرکِ اکبر کے لئے استعمال ہوتی ہے اور کب ظلم دون ظلم یا ظلمِ اصغر کے لئے' اِس کا فیصلہ قرائن، جملے کا سیاق وسباق یا دوسری نصوص سے کیا جاتا ہے اور وہ ایک عربی شناس اور سلف صالحین کی آراء کی روشنی میں نہایت قابل فہم ہوتا ہے۔ اور دونوں معانی میں التباس کا امکان نہیں ہوا کرتا اِلاّ یہ کہ کوئی منہج سلف کو چھوڑ کر ظلمِ اصغر کا معنی ظلمِ اکبر کی جگہ کرے جیسے قدیم اور جدید خوارج کا طریقہ ہے یا ظلمِ اکبر کا معنی ظلمِ اصغر سے کرے جیسے قدیم اور جدید مُرجئہ کا طریقہ ہے۔

درج ذیل سطور میں ہم کفر دون کفر، فسق دون فسق اور ظلم دون ظلم کو جاننے کے لئے اہلِ علم کے اقوال تفصیل سے بیان کریں گے۔

رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث کہ {الشرک فی ھذہ الامة اخفی من دبیب النمل } ''اِس اُمت میں ایک ایسا شرک بھی پایا جاتا ہے جو چیونٹی کی چال سے بھی زیادہ خفی (دھیما بے آواز) ہوگا۔''

شیخ الاسلام ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ابنِ عباس رضی اللہ عنہ اور اُن کے اصحاب اِس حدیث کے متعلق کہتے ہیں کہ کفر دون کفر، ظلم دون ظلم، اور فسق دون فسق اور یہی قول اہلِ سنت کا ہے جیسے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ۔ ❶

طاوس رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے ومن لم یحکم بما انزل اللہ کہ متعلق پوچھا تو فرمایا، وہ ایک قسم کے کفر کا مرتکب ہوا ہے مگر یہ کفر کی وہ قسم نہیں جیسے کوئی اللہ، فرشتوں' قیامت، آسمانی کتابیں اور اُس کے رسولوں سے کفر کرنے والا ہوتا ہے، یہ ایک ایسا کفر ہے کہ اُس سے وہ دائرہِ اسلام سے خارج نہیں ہوتا۔ ❷

محمد بن نصر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ عطاء رحمہ اللہ کا یہ کہنا کہ کافر کو کبھی ظالم بھی کہتے ہیں، بالکل درست بات ہے، اور اِسی طرح ایک معصیت کرنے والے مسلمان کو بھی ظالم کہا جاتا ہے، تو یہ بھی درست بات ہے کیونکہ ایک قسم کا ظلم دائرہِ اسلام سے خارج کرنے والا ہوتا ہے اور ایک قسم کا ظلم معصیت ہوتا ہے۔

اِسی طرح کافر کو فاسق کہا جاتا ہے، لیکن مسلمان کو جب فاسق کہا جائے تو یہ فسق دائرہِ اسلام سے خارج

کرنے والا نہیں ہوتا کیونکہ ظلم کی طرح فسق کی بھی دو قسمیں ہیں، ایک دائرۂ اسلام سے خارج کر دینے والا ہوتا ہے، اور دوسرا دائرۂ اسلام سے خارج نہیں کرتا، اِسی طرح کفر بھی دو اقسام کا ہوتا ہے، اور شرک بھی دو اقسام کا ہے، جب اللہ کی توحید میں شرک ہوتا ہے تو یہ دائرۂ اسلام سے خارج کر دیتا ہے اور جب عمل میں شرک ہوتا ہے، تو وہ دائرۂ اسلام سے خارج نہیں کرتا اور اُسے ریاء یا دکھاوا کہتے ہیں۔ مذکورہ بالا تفصیل محمد بن نصر نے عطاء سے بیان کی ہے۔

سلف صالحین کے ان اقوال کے بعد ہم اگلی اصطلاح نفاق کو بیان کرتے ہیں۔

پانچویں اصطلاح : نفاق

نفاق: باطن میں کفر اور ظاہر میں اسلام نفاق کہلاتا ہے، نفاق کی دو قسمیں، اعتقادی نفاق اور عملی نفاق، احکام کے لحاظ سے مختلف ہیں۔

اعتقادی نفاق: یہ کفرِ اکبر کی طرح ہوتا ہے، اگر وہ اپنے باطن عقیدے کا اظہار کرے تو واجب القتل ہوگا، اسلام کا اظہار دراصل اِس سزا سے بچنے کے لئے ہوتا ہے، حکم کے لحاظ سے اعتقادی نفاق کا حامل صاحبِ ایمان نہیں ہوتا اور دوزخ کے آخری درجے درک اسفل میں ہمیشگی کے عذاب میں مبتلا ہونے والا ہوتا ہے، لیکن دُنیا میں اُس کے ساتھ معاملہ اہلِ اسلام کی طرح کیا جاتا ہے تاوقتیکہ وہ اپنے نفاق کا خود ہی اظہار نہ کر دے۔

کتاب اللہ میں جہاں کہیں نفاق کا ذکر ہوا ہے تو وہاں مُراد اعتقادی نفاق ہے، نفاق کی دوسری قسم، عملی نفاق، احادیثِ مبارکہ میں بیان ہوا ہے، سورۃ النساء میں اعتقادی نفاق کے متعلق ارشادِ باری تعالیٰ ہے:۔

﴿انّ المنفقین فی الدرک الاسفل من النار ولن تجد لھم نصیراً﴾ (النساء :145)

''یقین جانو کہ منافق جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں جائیں گے، اور تم کسی کو اُن کا مددگار نہ پاؤ گے۔

سورۃ توبہ میں منافقین کے متعلق فرمایا کہ وہ ہمیشہ دوزخ کے عذاب میں مبتلا رہنے والے ہیں:

﴿وعد اللہ المنفقین والمنفقت والکفار نار جھنم خلدین فیھا ھی حسبھم ولعنھم اللہ ولھم عذاب مقیم﴾. (التوبہ:68)

''اِن منافق مَردوں اور عورتوں اور کافروں کے لئے اللہ نے آتشِ دوزخ کا وعدہ کیا ہے، جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے، وہی اُن کے لئے موزوں ہے۔ اُن پر اللہ کی پھٹکار ہے اور اُن کے لئے قائم رہنے والا عذاب ہے۔''

عملی نفاق : رسول اللہ ﷺ نے بعض گناہوں کو منافق کی علامت قرار دیا ہے۔شریعت میں ایسے نفاق کے لئے عملی نفاق کی اصطلاح استعمال کی جاتی ہے، ایسا شخص ایمان سے متصف رہتا ہے۔اورآخرت میں اُس کا انجام اللہ تعالٰی کی مشیئت پر ہے، چاہے تو عذاب میں مبتلا کرے، عدل وانصاف کی رو سے، اور چاہے تو اپنی رحمت سے درگزر فرمائے، چاہے تو اُس کے حق میں شفاعت کی اجازات دے، اگر عذاب میں ڈالے گا تو ہیشگی کا عذاب نہیں ہوگا، اِس طرح احکام کے لحاظ سے یہ کفرِ اصغر کی طرح ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

{من ماتَ ولم یغزُ ولم یحدث به نفسه ،ماتَ علی شعبة مِن نفاق } (مسلم)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو کوئی اِس حالت میں مرتا ہے کہ نہ اُس نے کبھی زندگی میں جہاد کیا ہوتا ہے اور نہ ہی اُس کے دِل میں جہاد کرنے کا خیال پیدا ہوتا ہے، اگر وہ اِسی حالت میں مرجاتا ہے تو وہ نفاق کی ایک قسم پر مرتا ہے۔

صحیح مسلم میں ہی آپ ﷺ نے منافق کی چار نشانیاں گنوائی ہیں۔آپ ﷺ نے فرمایا:''چار باتیں ایسی ہیں کہ اگر ایک شخص میں اکٹھی پائی جاتی ہیں تو وہ پکا منافق ہوتا ہے، اور اگر چار سے کم ہوتی ہیں تو اُس تعداد کے بقدر اُس میں نفاق ہوتا ہے، یہ چار خصلتیں یہ ہیں: جب بات کرے تو جھوٹ بولے، عہدو پیمان باندھے تو پورا نہ کرے، وعدہ کرے تو ایفاء نہ کرے اور اگر جھگڑا کرے تو گالی گلوچ پر اُتر آئے۔'' صحیح مسلم کی مذکورہ بالا احادیث میں عملی نفاق ذکر کیا گیا ہے۔

شرح مسلم میں امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جو شخص دِل اور زبان سے اللہ اور اُس کے رسول پر ایمان لانے کے بعد اِس قسم کے افعال کرتا ہے تو علمائے اسلام کا اِس پر اجماع ہے کہ اُس پر کفر کا حکم نہیں لگایا جائے گا اور نہ ہی اُسے منافقین کے اُس گروہ سے سمجھا جائے گا جو درک اسفل میں ہیشگی کے عذاب میں مبتلا رہیں گے۔

وہ مزید فرماتے ہیں کہ اگر چہ حدیث میں ''منافقا خالصا '' کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں، لیکن اِن الفاظ کی غرض محض اِن گناہوں کی شدت جتلانا ہے اور اصل منافقوں سے تشبیہ دے کر ڈرانا مقصود ہے۔امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اہلِ علم کے نزدیک یہ عملی نفاق کی نشانیاں ہیں۔خطابی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس حدیث میں عام مومن کو خبردار کیا جارہا ہے کہ وہ اِن خصلتوں کو اپنانے والا نہ بنے' کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ حقیقی نفاق میں پڑ جائے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نفاق دو قسم کا ہوتا ہے، نفاقِ اکبر اور نفاقِ اصغر، نفاقِ اکبر یہ ہے

کہ دِل میں کفر اور ظاہر میں اسلام پر عمل، اور نفاقِ اصغر میں ظاہری عمل ایمان کے منافی ہوتا ہے، اُن اُمور میں جنہیں واجبات کہتے ہیں۔

مذکورہ بالا سطور میں اِس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ نفاق کی دو اقسام ہیں، ایک نفاق دائرۂ اسلام سے خارج کرنے والا ہے اور دوسرا دائرۂ اسلام سے خارج کرنے والا نہیں ہے، ہم یہاں ایک اور اشکال کو بھی دور کر دینا چاہتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ کسی بیرونی دباؤ میں آ کر ایسا فعل کرنا جو اسلام میں ممنوع یا حرام ہے۔

منافق اور مُکرَہ (جو اپنے آپ کو مجبور پاتا ہے) میں اِس طرح تمیز کی جاتی ہے کہ مکرہ ایک مذموم کام حالتِ اکراہ میں اِتنی مدت یا وقت تک کرتا ہے جب تک کہ اکراہ موجود ہوتا ہے، اللہ، اُس کے رسول اور مومنوں سے اُس کی موالات قائم رہتی ہے، اور وہ کم از کم مذموم کام پر اکتفا کرتا ہے، نہ اُس میں زیادہ کرتا ہے اور نہ دِل میں زیادہ کرنے کا جذبہ ہوتا ہے، مزید برآں اُس کام کی نوعیت عملی نہیں صرف قولی ہوتی ہے، مثلاً کسی مقدس شخصیت کے متعلق ناروا الفاظ کا زبان سے اظہار کرنا، جہاں تک عملی ضرر کا تعلق ہے تو اسلام کسی شخص کو یہ اجازت نہیں دیتا کہ وہ اپنی جان بچانے یا اپنے آپ کو کسی ضرر سے بچانے کے لئے کسی دوسرے کی جان لے لے، یا کسی دوسرے کو ضرر پہنچائے، ایسی حالت میں اسلام میں ایک ہی قاعدہ ہے کہ وہ اپنا نقصان کرے گا یا اپنی جان کو داؤ پر لگائے گا، کسی مسلمان کی جان یا مالی نقصان کسی دوسرے مسلمان کی جان یا مال سے قیمتی یا افضل نہیں، کوئی شخص اپنے آپ کو نقصان سے بچانے کے لئے دوسرے کو نقصان پہنچانے میں حق بجانب نہیں کہلا سکتا، خواہ اُس پر اکراہ ہی کیوں نہ ہو۔

اِن مذکورہ بالا شروط کی پابندی کرتے ہوئے اگر کوئی شخص حالت اکراہ میں کلمۂ کفر کہہ دے تو یہ مُکرَہ کے زمرے میں آئے گا، منافق نہیں کہلائے گا۔ جیسے سورۃ نحل میں بتایا گیا ہے:۔

﴿من كفر بالله من بعد ايمانه الاّ من اكره و قلبه مطمئن بالايمان﴾(النحل:106)

''جو شخص ایمان لانے کے بعد کفر کرے (وہ اگر) مجبور کیا گیا ہو اور دِل اُس کا ایمان پر مطمئن ہو۔''

اِسی طرح سورۃ آل عمران میں بھی اکراہ کی ایک صورت بیان ہوئی ہے،

﴿لا يتخذ المومنون الكافرين اولياء من دون المومنين ومن يفعل ذلك فليس من الله في شيءٍ الاّ ان تتقوا من هم تقاة﴾(آل عمران :28)

''مومنین اہلِ ایمان کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا رفیق اور یار و مددگار ہرگز نہ بنائیں، جو ایسا کرے گا اُس کا اللہ سے کوئی تعلق

نہیں، ہاں یہ معاف ہے کہ تم اُن کے ظلم سے بچنے کے لئے بظاہر ایسا طرزِ عمل اختیار کر جاؤ۔‘‘

نفاق اسلام لانے کے بعد بھی ہوسکتا ہے، اور اسلام لانے کے ساتھ بھی ہوسکتا ہے جیسے بظاہر اسلام کا دعویٰ کیا گیا ہو۔

اسلام لانے کے بعد نفاق کی صورت ایسے الفاظ کا استعمال ہے یا ایسے افعال کا ارتکاب ہے جسے صرف منافق کیا کرتے ہیں، مثال کے طور پر غزوہ تبوک پر ازراہِ مزاح کچھ لوگوں کا آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں یہ کہنا کہ ’’ہم نے اپنے اِن پڑھاکو لوگوں سے بڑھ کر کسی کو ایسا نہیں دیکھا کہ جن کی ساری دلچسپی کا محور شکم خوری سخن دانی میں دروغ گوئی، اور جب دشمن کا سامنا ہو تو بزدلی دکھانے میں اپنا ثانی نہ رکھتے ہوں‘‘ (مراد ہیں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین)

اللہ تعالیٰ نے اُن کی اِس یاوا گوئی کا انتہائی شدت سے جواب دیا اور سورۃ توبہ میں اُن کی بابت ارشاد فرمایا۔

﴿ولئن سئلتهم ليقولنّ انما كن نخوض ونلعب ' قل أ بالله و آيته ورسوله كنتم تستهزؤن' لا تعتذروا قد كفرتم بعد ايمانكم'ان نعف عن طائفةمنكم نعذّب طائفة بأنهم كانوا مجرمين﴾

(التوبة:66)

’’اب عذرات نہ تراشو، تم نے ایمان لانے کے بعد کفر کیا ہے، اگر ہم نے تم میں سے ایک گروہ کو معاف کر بھی دیا تو دوسرے گروہ کو تو ہم ضرور سزا دیں گے کیونکہ وہ اصل مجرم ہے۔‘‘

اُس مجلس کے شرکاء کے کفر اور نفاق کی وجہ اِن آیات میں مذکور فروگزاشات تھیں جس میں آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کی تحقیر کی گئی تھی جبکہ اِس مقولے سے پہلے وہ مومنین تھے۔

اِن نَعّفُ عن طائفة منكم، آیت کے اِس حصّے کی بابت مفسرین فرماتے ہیں کہ استہزاء کرنے والے گروہ میں سے ایک شخص مخشن بن حمیر، نے توبہ کر لی تھی۔

ایک تفسیر یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ اُس نے اِن منافقین سے برہمی کا اظہار بھی کیا تھا اور غیر جانبدار ہوکر ایک طرف ہوکر بیٹھ بھی گیا تھا پر جب آیات نازل ہوئیں تو اُس نے صراحتاً اُن سے براءت کی اور کہا کہ، اے اللہ تیری ایک ایک آیت اب بھی میرے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک ہے، میرا رواں رواں اُس سے کانپتا ہے اور دِل پسیج جاتا ہے، اے اللہ! میری موت کا سامان راہِ جہاد میں کر دے۔

اِسی طرح جو منافقین یا طواغیت کی پشت پناہی کرتا ہو اور اُن کا دفاع کرتا ہو تو اُس میں بھی نفاق سرایت کر جائے گا اگر چہ وہ پہلے منافق نہیں تھا مگر ایسا فعل کرنے سے منافق ہو گیا' جس کی شدت کا انحصار نصرت اور دفاع کی نوعیت کے مطابق ہو گا، بڑھ چڑھ کر نصرت کرنا اور تمام قوت اُن کے دفاع پر لگانے والا نفاق میں بھی اُس سے بڑھ کر ہو گا، جو ہر خدمت اِتنی جان نثاری سے نہیں کرتا۔ اِس کی مثال واقعہ اِفک میں سعد بن عبادہ کے متعلق اُم المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا یہ فرمان ہے ''وکان قبل ذلک امرءاً صالحاً'' ''اِس سے پہلے وہ نہایت نیکوکار تھا لیکن قبیلے کی محبت اُسے لے ڈوبی''۔(متفق علیه)

اِسی طرح بنی قریظہ نے جب اپنے مستقبل کی باگ دوڑ صحابیِ رسول کے ہاتھ میں دے دی تھی تو حضرت ابی لبابہ رضی اللہ عنہ نے افسوس کرتے ہوئے کہا کہ یہ شخص تو بنی قریظہ کو ذبح کرنے کا فیصلہ کرے گا، ابی لبابہؓ کہتے ہیں کہ میں جب یہ الفاظ ادا کر چکا تھا تو اُسی وقت مجھے احساس ہو گیا کہ میں اللہ اور اُس کے رسول سے خیانت کا مرتکب ہو گیا ہوں دیکھیں' ایک صاحبِ ایمان کس طرح نفاق کو شناخت کر لیتا ہے اور اگر ایسا کام اُس سے سرزد ہو جائے تو اُس کا ضمیر اُسے کس طرح جھنجوڑ کر رکھ دیتا ہے، مفسرین کی ایک جماعت سورۃ الانفال

﴿یا یھا الذین اٰمنوا لا تخو نو ا الله و الر سول و تخو نوا اماناتکم و انتم تعلمون﴾(الانفال:27)

''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، جانتے بوجھتے اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کے ساتھ خیانت نہ کرو، اپنی امانتوں میں غدّاری کے مرتکب نہ ہو''۔کا شانِ نزول اِسی واقعہ کو قرار دیتے ہیں۔''

دشمنانِ اسلام سے ایک دفعہ ہمدردی کرنے کا یہ نتیجہ ہے، ایسا شخص جو دشمنانِ اسلام کے لئے جاسوسی کرنے پر مامور ہو اور باقاعدہ ماہوار معاوضہ پاتا ہو، اُس کے نفاق اور خیانت میں کیا شبہ رہ جاتا ہے۔

جہاد سے روکنے والے، جہاد سے ڈرانے والے، دشمن کی طاقت کو بڑھا چڑھا کر پیش کرنے والے اور کفار سے برسرِ پیکار مجاہدینِ اسلام پر طنز کرنے والے اور اُنہیں حقیر سمجھنے والے سب اِسی حکم میں آتے ہیں۔ جہاد سے روکنے والے مصلحت پرستوں کی بابت سورۃ احزاب میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

﴿قد یعلم الله المعوّقین منکم و القائلین لاخوانھم ھلّم الینا' و لا یاتون الباس الا قلیلًا﴾ (الاحزاب:18)

''اللہ تم میں سے اُن لوگوں کو خوب جانتا ہے جو (جنگ کے کام میں) رُکاوٹیں ڈالنے والے ہیں، جو اپنے بھائیوں سے

کہتے ہیں کہ آ و ہماری طرف، جولڑائی میں حصّہ لیتے بھی ہیں تو بس نام گنانے کو۔''

سورۃ توبہ میں اُن لوگوں کے متعلق بتایا گیا ہے جو جہاد میں شرکت نہ کرنے کے لئے بہانہ بنا کر رخصت طلب کرتے ہیں،

﴿لا یستاذنک الذین یومنون باللہ و الیوم الآخر ان یجاھدوا بأموالھم و أنفسھم٭ واللہ علیم بالمتقین انما یستاذنک الذین لا یومنون با للہ والیوم الآخر وارتابت قلوبھم فھم فی ریبھم یتردّدون﴾ (التوبة :45 44)

''جولوگ اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں وہ تو کبھی تم سے درخواست نہ کریں گے کہ اُنھیں اپنی جان و مال کے ساتھ جہاد کرنے سے معاف رکھا جائے۔ اللہ متقیوں کو خوب جانتا ہے، ایسی درخواستیں تو صرف وہی لوگ کرتے ہیں جو اللہ اور روزِ آخر پر ایمان نہیں رکھتے، جن کے دِلوں میں شک ہے اور وہ اپنے شک میں متردّد ہو رہے ہیں۔

اِن آیات کی تفسیر میں ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اِس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو بتلایا ہے کہ جولوگ جہاد کے ترک کرنے کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے رخصت مانگتے ہیں وہ صاحبِ ایمان نہیں ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ یہ حکم اُن لوگوں کی بابت ہے جو جہاد میں شریک نہ ہونے کی باقاعدہ رخصت طلب کرتے ہیں، اُن لوگوں کا حکم اُن سے بھی شدید تر ہے جو بلا اجازت جہاد کو ترک کر دیتے ہیں۔

ہم اِسی بات میں مزید اضافہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اُن لوگوں کا کیا حکم ہوگا جو پوری اُمتِ مسلمہ کو جہاد کے قابل نہیں سمجھتے، مزید برآں جولوگ جہاد میں بالفعل شریک ہیں، اُنہیں گناہ گار اور جرائم پیشہ کہتے ہیں، اِس قسم کے لوگ جہاد کے لئے جو شروط لگاتے ہیں وہ باطل اور من گھڑت ہیں، جیسے جمہوریت کے ذریعے منتخب ہونے والی حکومت کی اجازت یا پارلیمنٹ کی توثیق کی شرط لگاتے ہیں، حالانکہ یہ ادارے بذاتِ خود غیر شرعی اور جاہلی ہیں۔

بلاشبہ یہ لوگ نفاق میں یدِطولیٰ رکھتے ہیں اور ایمان کی دولت سے محروم ہو جاتے ہیں، جہاد سے باز رہنے والے اور جہاد سے روکنے والے اپنا محاسبہ کرلیں، اللہ کے دشمنوں کی حمایت' خواہ زبان سے ہو، طرزِ عمل سے ہو یا مجاہدین کے آگے رُکاوٹیں کھڑی کرنے سے ہو، سب اپنے اپنے ایمان کی تجدید کریں، اگر وہ مسلمان تھا تو اب اِس طرزِ عمل سے اُس میں نفاق آ گیا ہے۔

چھٹی اصطلاح : زندیق اور زندقۃ

ظاہر میں اسلام کا اظہار کرنا اور دِل میں کفر رکھنا زندقہ ہے۔ اِس طرح یہ نفاق کی طرح ہے لیکن زندقہ اور نفاق میں یہ فرق ہے کہ زندیق موقع بہ موقع اپنے کفر کا اظہار کرتا رہتا ہے اور اُس کی یہ صفت اُس کی شناخت بن جاتی ہے، جب کبھی اُس پر حجت قائم کی جائے یا کروائی جائے تو وہ اپنے گزشتہ طرزِ عمل سے صاف انکار کر دیتا ہے اور اپنے آپ کو اسلام کا خیر خواہ جتلاتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اہلِ علم کی آراء میں راجح ترین رائے یہی ہے کہ زندیق سے توبہ نہیں کروائی جائے گی، اُس کا بار بار کا طرزِ عمل اِس بات کے لئے کافی دلیل ہے کہ وہ بلا توبہ قتل کیا جائے کیونکہ جب وہ کسی بات کا سرے سے اعتراف ہی نہیں کرتا اور اُس کے کفر پر دلیل موجود ہے تو کس چیز سے رجوع کروانا مقصود ہے' وہ سرے سے اپنے فعل کا اقرار ہی نہیں کرتا۔

ابوادریس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے زندیقوں کو لایا گیا، جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اُن سے باز پرس کی تو صاف انکار کر گئے، آخر کار عادل گواہ لائے گئے جنہوں نے اُن کے کفر پر گواہی دی، اُس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اُن سے توبہ کرنے کا نہیں کہا، اگر وہ صرف مُرتد ہو گئے ہوتے تو پھر توبہ کراوئی جاتی، لیکن وہ دراصل زندیق تھے اِس لئے توبہ نہیں کروائی گئی، حالانکہ اِسی قسم کی ایک عدالت میں ایک عیسائی جو اسلام لانے کے بعد مُرتد ہو گیا تھا اُس سے توبہ کروائی گئی، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ عیسائی سے آپ نے توبہ کرائی ہے، اور اُن لوگوں سے نہیں کرائی، تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ عیسائی نے اپنے جرم کا اعتراف کر لیا تھا، جبکہ اِن لوگوں نے اپنے جرم کا اعتراف نہیں کیا تھا' اِس لیے اِن سے توبہ نہیں کرائی گئی۔

ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب (الصارم) میں فرماتے ہیں کہ، زندیق منافق کو بلا توبہ قتل کیا جائے گا، اُس کی دلیل صحیحین کی یہ روایت ہے کہ حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ نے جب اہلِ مکہ کو مسلمانوں کی لشکر کشی کی اطلاع بھیجی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اُن کی گردن اُڑانے کی اجازت مانگی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ بدری صحابی ہیں اور اِن کے اگلے پچھلے گناہ معاف ہو چکے ہیں۔ اِس واقعے میں یہ دلیل ہے کہ زندیق منافق کو بلا توبہ قتل کیا جائے گا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اِس بات سے انکار نہیں کیا کہ اِس شخص کا حکم بلا توبہ کرائے قتل نہیں ہے بلکہ ایک اور

شرعی رُکاوٹ کی وجہ سے اُس پر ایک ثابت شدہ حکم نافذ نہیں کیا گیا۔

اعلام الموقعین میں ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ سورۃ توبہ سے استدال کرتے ہوئے فرماتے ہیں' آیت اور اس کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں:

﴿قل هل تربّصون بنا الاّ إحدى الحسنين 'و نحن نتربّص بكم ان يصيبكم بعذابٍ من عنده او بايدينا﴾ (التوبة:52)

''اُن سے کہو تم ہمارے معاملہ میں جس چیز کے منتظر ہو وہ اِس کے سوا اور کیا ہے کہ دو بھلائیوں میں سے ایک بھلائی ہے، اور ہم تمہارے معاملہ میں جس چیز کے منتظر ہیں وہ یہ ہے کہ اللہ خود تمہیں سزا دیتا ہے یا ہمارے ہاتھوں دلواتا ہے''

ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ زندیق جب قابو میں آجائے تو اُسے توبہ کرائے بغیر قتل کر دیا جائے، وہ فرماتے ہیں کہ سلف صالحین بِاَیدِ ینَا سے قتل مُراد لیتے تھے کہ اگر تم نے اپنے مافی الضمیر کفر کا اظہار کیا تو ہمارے ہاتھوں تمہیں قتل کرایا جائے گا، ابن قیمؒ اِس تفسیر کو صحیح مانتے ہوئے کہتے ہیں کہ وہ عذاب جو مومنین سے اِس پاداش میں اُنہیں پہنچ سکتا ہے جو اُن کے دِلوں میں کفر چھپا ہے، وہ قتل کے علاوہ اور کوئی نہیں، اگر یہ تفسیر نہ کی جائے تو پھر زندیقوں کو کوئی عذاب (سزائے قتل) نہیں پہنچ سکتا، کیونکہ جب اُن سے قتل کی سزا کے نافذ ہونے کا کہا جائے گا تو وہ اُسی وقت اسلام کا اظہار کر دیں گے۔

مذکورہ بالا صورت پر اُس وقت عمل ہوگا جب زندیقوں پر گرفت ہو جائے گی لیکن اگر زندیق قبل اِس کے کہ اُس پر اہلِ ایمان قابو پالیں اپنی آزاد مرضی سے توبہ کر لیتا ہے اور اپنی گزشتہ روش کو چھوڑ کر اپنی فروگزاشت کا اعتراف کرتے ہوئے اُس سے بَری ء الذمہ ہونے کا اعلان کر دیتا ہے تو اِس صورت میں اُس کی توبہ کا اعتبار ہے اور یہی سورہ مائدہ کا مصداق ہے:

﴿الا الذين تابوا من قبل ان تقدروا عليهم﴾ (المائده:34)

''مگر جو لوگ توبہ کر لیں قبل اِس کے کہ تم اُن پر قابو پاؤ''۔

زندیق، شدت پسند باطنی فرقے میں بکثرت پائے جاتے ہیں، اِسی طرح سیکولر طبقے میں بھی یہ کثیر تعداد میں ملتے ہیں۔

خلیفۃ المسلمین اور اسلامی امارت نہ ہونے کی وجہ سے ہمارے زمانے میں منافقین تقریباً نہ ہونے کے برابر

ہیں البتہ آج کل زندیق ہی پائے جاتے ہیں جو کبھی اسلام کے خیر خواہ بن کر آتے ہیں تو اکثر کفر کا اظہار اور اسلام میں تشکیک پیدا کرنے والے بن کر آتے ہیں، وہ اسلام کا چہرہ، محض معاشرے میں باوقار رہنے اور اپنے گم راہ کن اقوال کو قبولِ عام کرنے کے لئے پیش کرتے ہیں، نیز اِس اندیشے کے پیشِ نظر کہ اگر معاشرے میں اُن کی تکفیر کردی گئی تو پھر اُن کی دعوت پر کوئی کان دھرنے والا نہیں ہوگا۔

ساتویں اصطلاح : ارتداد

ارتـــداد: ارتداد یہ ہے کہ کوئی شخص دینِ اسلام سے نکل کر کفر یہ دین میں داخل ہوجائے، ارتداد کرنے سے پہلے وہ اسلام پر تھا' مُرتد ہونے کے بعد اُس کی تکفیر کی جاتی ہے۔

ہرچند کہ ارتداد سابقہ اصطلاحوں کی طرح 'ارتدادِ اکبر' اور ارتدادِ اصغر، شریعتِ اسلامیہ میں مستعمل نہیں ہے بلکہ ارتداد سے ہمیشہ کفرِ اکبر جو ملتِ اسلام سے خارج کردینے والا عمل ہے مُراد لیا جاتا لیکن اِس کے باوجود شریعتِ عادلہ میں ارتداد کی بھی دوقسمیں کی جاتی ہیں:۔ مجّرد ارتداد اور مغلّظ (آخری درجے کا) ارتداد، ارتداد خواہ مجّرد ہو یا مغلّظ دینِ اسلام سے خارج کردینے والا ہوتا ہے اور دونوں میں فرق توبہ کرانے اور توبہ کے قابلِ قبول ہونے کی بنا پر کیا جاتا ہے۔

مُـجّــرد ارتداد: مجّرد ارتداد یہ ہے کہ صاحبِ ارتداد مُرتد ہونے کے بعد اپنے معاشرے میں انتشار پھیلانے، اسلام یا مسلمانوں کو طعن و تشنیع کا نشانہ بنانے اور اسلام اور مسلمانوں کے خلاف تلوار اُٹھانے کا کام نہیں کرتا ،شریعت میں ایسے مُرتد سے برتاؤ کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ ارتداد کا حکم (قتل) لگانے سے پہلے اُس سے توبہ کرائی جائے گی، اگر وہ توبہ کر کے بھلائی کا راستہ اختیار کرتا ہے، تو اُس سے سزا موقوف ہوجائے گی، اور اُس کا اسلام قبول کر لیا جائے گا' بصورتِ دیگر اُسے قتل کردیا جائے گا۔ سورۃ آلِ عمران میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿کیف یهدی الله قوما کفروا بعد ایمانهم وشهدوا ان الرسول حق و جاء هم البینات والله لا یهدی القوم الظالمین. اولٰئک جزآؤهم ان علیهم لعنةالله والملآئکة والناس اجمعین. خٰلدین فیها لا یخفف عنهم العذاب و لا هم ینظرون. الاّ الذین تابوا من بعد ذالک واصلحوا فإن الله غفور رحیم﴾(العمران :86-89)

’’ کیسے ہوسکتا ہے کہ اللہ اُن لوگوں کو ہدایت بخشے جنہوں نے نعمتِ ایمان پالینے کے بعد پھر کفر اختیار کیا، حالانکہ وہ خود اِس بات پر گواہی دے چکے ہیں کہ یہ رسول حق پر ہے اور اُن کے پاس روشن نشانیاں بھی آچکی ہیں، اللہ ظالموں کو تو ہدایت نہیں دیا کرتا۔ اُن کے ظلم کا صحیح بدلہ یہی ہے کہ اُن پر اللہ اور فرشتوں اور تمام انسانوں کی پھٹکار ہے، اِسی حالت میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ نہ اُن کی سزا میں تخفیف ہوگی اور نہ اُنہیں مہلت دی جائے گی۔ البتہ وہ لوگ بچ جائیں گے جو اِس کے بعد توبہ کرکے اپنے طرزِ عمل کی اصلاح کرلیں، اللہ بخشنے والا اور رحم فرمانے والا ہے‘‘

اِن آیات کی تفسیر میں امام احمد رحمۃ اللہ علیہ مفسرِ قرآن عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ یہ آیات اِس سلسلے میں اُتری تھیں کہ انصار میں سے ایک شخص مُرتد ہوکر مشرکین کی صف میں شامل ہوگیا تھا، جب اُس کے قبیلے کے لوگوں نے اُس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے رابطہ کیا تو اُس نے توبہ کرلی اور مدینے پلٹ آیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کی سزا موقوف کرکے اُس کی توبہ قبول کرلی تھی۔

اِسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی طرف سے ایک شخص ملاقات کو آیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے اُن کی بستی کا احوال جاننا چاہا کہ کوئی ناخوش کن خبر تو نہیں؟ ملاقاتی نے کہا کہ ایک شخص اسلام لانے کے بعد کافر ہو گیا تھا تو ہم نے اُسے بلاکر قتل کردیا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، کیا تمہارے لئے یہ مناسب نہیں تھا کہ اُسے تین دِنوں کے لئے قید کرلیتے اور عمدہ کھانے سے اُس کی تواضع کرتے پھر اُسے بھلے لفظوں میں توبہ کا کہتے تو کیا بعید وہ توبہ کرلیتا، پھر آپ رضی اللہ عنہ نے اللہ کی طرف توجہ فرمائی اور فرمایا، اے اللہ! میں اِس فعل میں نہ شریک تھا اور نہ ہی میں نے یہ حکم دیا تھا، اب جبکہ مجھے اطلاع ملی ہے، میں اِس پر راضی نہیں ہوں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مُرتد ہونے والے ایک گروہ کو گرفتار کرلیا اور اِس کی اطلاع حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بھجوائی، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک فرمان جاری فرمایا اور کہا کہ اُن پر دینِ اسلام پیش کرواور کہو کہ وہ گواہی دیں کہ لا الہ الاّ اللہ اگر وہ ایسا کرلیں تو اُن سے کسی قسم کا تعرض نہ کرنا اور اگر وہ ایسا نہ کریں تو اُنہیں قتل کردینا، اِس فرمان کے پہنچنے کے بعد ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اُن پر ازسرِ نو اسلام پیش کیا تو اُن میں سے چند لوگوں نے اسلام قبول کرلیا، اُنہیں چھوڑ کر دوسروں کو قتل کردیا گیا۔

شیخ الاسلام ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ سورۃ توبہ کی تفسیر کرتے ہوئے اپنی تصنیف صارم میں لکھتے ہیں:

﴿فاذا انسلخ الاشھر الحرم فاقتلوا المشرکین حیث وجدتموھم و خذوھم واحصروھم

واقعدوا لهم كل مرصد فان تابوا و اقاموا الصلوٰة واٰتوا الزکٰوۃ فخلوا سبیلهم ،ان الله غفور رحیم﴾(التوبۃ:5)

''پس جب حرام مہینے گزر جائیں تو مشرکین کو قتل کرو جہاں پاؤ اور اُنہیں پکڑو اور گھیرو اور ہر گھات میں اُن کی خبر لینے کے لئے بیٹھو، پھر اگر وہ توبہ کرلیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں تو اُنہیں چھوڑ دو، اللہ درگزر فرمانے والا اور رحم کرنے والا ہے''

کہ اِس آیت کا مصداق نہ صرف اصلی مشرک ہے کہ جس نے اسلام قبول ہی نہیں کیا بلکہ وہ مشرک جس نے اسلام لانے کے بعد ارتداد کرلیا ہو اُس کا بھی یہی حکم ہے، وہ جب توبہ کرکے اسلام قبول کریں، نماز قائم کرنے لگ جائیں اور زکوٰۃ ادا کریں تو اُن سے تعرض نہیں کیا جائے گا۔

بنا بریں مجرّد ارتداد میں مرتد سے توبہ کرائی جائے گی اگر وہ توبہ کرکے اسلام میں داخل ہو جاتا ہے تو ٹھیک' بصورتِ دیگر {مَن بدّلَ دینه فاقتلوه} (بخاری)

''جس نے اپنا دین بدل لیا اُسے قتل کرو، اِس حدیث پر عمل کرتے ہوئے اُسے قتل کردینے کا حکم ہے''۔

مغلّظ ارتداد : یہ ارتداد کی شدید ترین شکل ہے، اِس میں مُرتد (جو عام طور پر ایک مخالف سیاسی گروہ کے ساتھ ہوکر) معاشرے میں انتشار و بدامنی پھیلاتے ہیں، اسلام میں طعن وتشنیع اور نبی آخرالزمان پر سب وشتم کرتے ہیں اور شہ پاکر باقاعدہ جنگ پر آمادہ ہوتے ہیں۔

ایسا شخص یا گروہ اِس لائق نہیں ہوتا کہ اُس سے توبہ کرائی جائے، جب اُن پر قابو پالیا جائے گا تو اُنہیں مجرّد ارتداد کے برعکس قتل کردیا جائے گا، یہی سنت طریقہ اور سلف صالحین کا منہج ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مدینے میں چند بدوی آکر ٹھہرے' اور پھر اسلام بھی لے آئے، اور ہوا یہ کہ وہ مدینہ میں بیمار ہوگئے' اُن سے کہا گیا کہ یہاں زکوٰۃ کے جو اُونٹ کھڑے ہیں اِن کے پیشاب اور دودھ کا استعمال بطورِ علاج کے کریں، اُنہوں نے ایسا ہی کیا اور بھلے چنگے ہوگئے اور پھر اسلام سے پھر گئے اور اُس کے ساتھ ہی صدقے کے اُونٹ، رکھوالے کو قتل کرنے کے بعد ہانک کر لے گئے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع پہنچی تو آپ نے ایک دستہ اُن کے تعاقب میں بھیجا جس نے جلد ہی اُنہیں آن لیا اور اُنہیں گرفتار کرکے لے آئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُن کی ٹانگیں اور بازو دونوں کٹوا دیے اور اُن کی آنکھوں میں گرم سلاخیں پھیری گئیں اور پھر مرنے کے لئے چھوڑ دیے گئے، دوسری

روایت میں یہ وضاحت بھی ہے کہ چلچلاتی دھوپ میں چھوڑ دیئے گئے، پیاس کی شدت سے وہ پانی مانگتے تھے مگر اُنہیں پانی نہیں پلایا جاتا تھا وہ ایسے ہی تڑپ کر ہلاک ہوگئے۔ اِس حدیث کو امام بخاری اور امام مسلم نے مختلف الفاظ سے روایت کیا ہے۔

اُن کے ساتھ یہ برتاوَ اِس لئے کیا گیا تھا کہ اُنہوں نے صرف ارتداد ہی نہیں کیا تھا بلکہ مدینے کے امن وامان اور ریاستی قانون کو توڑنے کے ساتھ ساتھ ڈاکہ زنی اور بے گناہوں کو ناحق قتل بھی کیا تھا۔

صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے وقت زرہ بکتر پہنے مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا کہ ابنِ خطل کعبہ کے غلاف سے لپٹا توبہ کرتا اور امان کا طالب ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اُسے قتل کردو۔

ابنِ خطل شاعر تھا اور مُرتد ہونے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہجو کرتا تھا، اِس لئے دسترس حاصل ہونے کے بعد اُس کی توبہ کا اعتبار نہیں کیا گیا۔

کتاب الصارم میں ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ مہاجر بن ابی ربیعہ کو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اُس مغنیہ کی بابت لکھا تھا جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو ترنم میں گائی تھی کہ اگر تمہارے فیصلے سے پہلے مجھے اطلاع ہوجاتی تو میں اُس عورت کے قتل کا حکم دیتا، تمہیں یاد رکھنا چاہئے کہ انبیاء کی اہانت کرنے والے کی سزا عام حدود جیسی نہیں ہے، آئندہ اِس بات کا خیال رکھنا کہ جب کبھی کوئی کلمہ گو یا معاہد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اہانت کرتا ہو تو مسلمان سے مُرتد والا اور معاہد سے عہد شکن محارب والا سلوک کرنا۔

فتاویٰ میں ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ مجرّد ارتداد اور مغلظ ارتداد میں یہ فرق ہے کہ اوّل الذکر سے توبہ کرنے پر قتل کی سزا موقوف ہوجاتی ہے، اور آخر الذکر بلا استتابہ (توبہ کا موقع دینا) قتل کیا جاتا ہے۔

کتاب الصارم میں لکھتے ہیں کہ ہم دیکھتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارتداد کرنے والوں سے ایک جیسا سلوک نہیں کیا، ایک قسم کے گروہ کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے توبہ قبول کی، اور دوسرے قسم کے گروہ کو توبہ کا موقع دیئے بغیر قتل کروادیا، یہ دوسرا گروہ ارتداد کے جرم کے ساتھ ساتھ **فساد فی الارض** کا بھی مرتکب ہوا تھا، فتحِ مکہ کے وقت جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیشتر دشمنان پر دسترس حاصل کرلی تھی تو ایک فرمان جاری کیا جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ مقیس بن حبابہ کو قتل کردیا جائے کیونکہ اُس نے ارتداد کے علاوہ قتل بھی کیا تھا، مسلمانوں کا مال بھی ہتھیایا تھا مزید برآں فتح مکہ

سے پہلے اُس نے اپنی آزاد مرضی سے ارتداد سے رجوع کرکے اپنے اسلام کو ثابت بھی نہیں کیا تھا۔

صحت یاب ہونے کے بعد صدقے کے اُونٹ بھگا کر لے جانے والوں سے بھی توبہ کرنے کا نہیں کہا گیا کیونکہ اُنہوں نے بھی ارتداد کے ساتھ بے گناہ کا قتل اور مسلمانوں کے مال پر حرام طریقے سے قبضہ کرلیا تھا، اِسی طرح ابن خطل مُرتد ہونے کے بعد نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہجو کے ذریعے اہانت کیا کرتا تھا اور دشمنوں سے مل کر برسرِ پیکار ہوا تھا، ابن ابی سرح مُرتد ہونے کے بعد شعروں میں آپ ﷺ کی توہین کیا کرتا تھا، اِس لئے اُنہیں اپنا مقدمہ پیش کرنے یا اسلام کی طرف رجوع کرنے کا کوئی موقع نہیں دیا گیا۔ اھ

اہلِ علم کا البتہ اِس بات میں اختلاف ہے کہ اگر مغلظ ارتداد کا مرتکب مسلمانوں کی دسترس میں آنے سے پہلے تائب ہوکر اسلام میں داخل ہوجاتا ہے تو اُس سے قتل کی حد ساقط ہوگی یا نہیں، اِس میں راجح قول ازروئے سورۃ مائدہ یہ ہے کہ اُس کی توبہ قبول ہوگی لیکن قتل کی حد ساقط نہیں ہوگی۔

اِس ضمن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿انما جزاءُ الذین یحاربون اللہ ورسولہ ویسعون فی الارض فساداً ان یقتّلوا او یصلّبوا اوتقطّعوا ایدیھم وارجلھم من خلافٍ او ینفوا من الارض ذلک لھم خزیٌ فی الدنیا ولھم فی الاخرۃ عذابٌ عظیمٌ الاّ الذین تابوا من قبلِ عن تقدروا علیھم فاعلموا انّ اللہ غفورٌ رحیمٌ﴾۔(المائدہ:34)

''جولوگ اللہ اوراس کے رسول سے جنگ لڑتے ہیں اور ملک میں فساد پھیلاتے ہیں ان کی سزا بلا شبہ یہی ہے کہ قتل کر دیے جائیں یا سولی چڑھا دیے جائیں یا ان کے ہاتھ اور پاؤں آڑھے ترچھے کاٹ دیے جائیں یا انہیں جلاوطن کر دیا جائے، یہ تو اُن کی رسوائی دنیا میں ہوگی اور آخرت میں بھی ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔ مگر ہاں وہ لوگ جو اس سے پہلے کہ تم ان پر قابو پاؤ، توبہ کرلیں۔ جان لو کہ اللہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا مہربان ہے''

توبہ کی صورت میں اللہ کا حق جو اُس کے ساتھ کفر کی شکل میں تھا ساقط ہوگیا لیکن حالتِ ارتداد میں اُس نے حقوق العباد سے جو کچھ تعرض کیا ہوگا اُس کا مواخذہ کیا جائے گا، یہاں تک کے صاحبِ حق اُسے معاف کردے البتہ اگر نبی آخرالزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام یا کسی اور نبی کی اہانت کا مرتکب ہوا تھا تو قتل کی حد اُس سے ساقط نہیں ہوگی خواہ اُس نے توبہ کرلی ہو یا نہ کی ہو، البتہ دسترس حاصل ہونے سے پہلے توبہ کرنے اور اسلام میں داخل ہونے کے بعد اُس کا معاملہ باقی

حقوق میں مسلمانوں والا ہوگا، گویا شاتمِ رسول کی سزا حتمی طور پر قتل ہی ہے خواہ وہ اپنے اِس قبیح فعل کے بعد از خود تائب ہو جائے۔

آج کل بعض دینی اداروں سے ارتداد کی حد کو قابل نزاع بنانے کی جسارت ہو رہی ہے اور یہ کہ اسلام میں اس کی سزا قتل نہیں ہے۔ امریکہ کا خوف جس طرح حکومتوں کو حق بات کہنے میں مؤثر ہے اسی طرح بعض نام نہاد دینی ادارے بھی اس خوف میں مبتلا ہیں۔ مزید برآں اسلام کا جمہوری چہرہ دکھانے کے لیے بھی انہیں یہ سعی لا حاصل کرنا پڑ رہی ہے۔ جمہوریت کا یہ اصول ہے کہ ہر شخص کو یہ اختیار از روئے فطرت حاصل ہے کہ وہ جس مذہب کو چاہے اختیار کرے اور جس مذہب کو چاہے چھوڑ دے۔ یہ اقدام ریاستی جرم کے قبیل سے نہیں ہے۔ وہ اسلام سے مرتد ہو کر اسلام اور نبی آخر الزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے ناروا الفاظ استعمال کرے، تمسخر اڑائے، ریاست کو اپنے کام سے کام رکھنا چاہیے اور شہریوں کی زندگی کو مزید آسودہ تر بنانے میں ہی منہمک رہنا چاہیے۔

اس اصول کی رو سے اسلام دین حق نہیں رہتا بلکہ ایک اخلاقی اپیل سے زیادہ اس کی حیثیت نہیں رہتی ،علاوہ ازیں اس سے شریعت اسلامیہ کی واضح ترین نصوص کا انکار بھی ہوتا ہے، درآں حالیکہ خود ریاست کے بعض قوانین ایسے ہوتے ہیں کہ کسی شہری کے لیے یہ گنجائش نہیں ہوتی کہ وہ انہیں تسلیم کیے بغیر اس ریاست کا شہری رہ جائے بلکہ اِس صورت میں ریاستی قانون حرکت میں آجاتا ہے۔

انسانی فطرت اور عقل سلیم اس بات کو تسلیم کرتی ہے کہ کچھ چیزیں مطلق حق ہوتی ہیں اور ان سے روگردانی آخری درجے کا قبیح فعل ہوا کرتا ہے۔ ارتداد کی سزا میں ترمیم یا سرے سے ارتداد کی سزا کو معطل قرار دینے والے اسلام پسند، شعوری یا غیر شعوری طور پر امریکہ کی خوشنودی یا رواداری پر مبنی طرز عمل کی اسلام میں پیوندکاری چاہتے ہیں اس پر ہماری طرف سے ایک یہ بھی دلیل ہے کہ مسلم اکثریت والے ملکوں میں اللہ کی تمام حدود ہی معطل ہیں پھر ایک ایسے قانون میں ترمیم چاہنا جو سرے سے کہیں نافذ ہی نہیں ہے سوائے اس کے اس کی اور کیا توجیہ ہو سکتی ہے کہ ابلاغ عامہ میں اس موضوع کو اچھالنے سے دراصل ذہنی اور معاشرتی سطح پر ارتداد کی راہ ہموار کرنا ہے۔ اِس طرح ارتداد کرنے والا نہ صرف قتل کی سزا سے محفوظ رہ سکے گا بلکہ ضمیر میں بھی کوئی خلش نہ رہنے دی جائے، اور دوسری طرف معاشرے میں روز روز دین تبدیل کرنا ایک مظہر کے قبول کر لیا جائے۔

شکست خوردہ اور احساس کمتری میں مبتلا اس ذہنیت کا علاج اگر وہ اسلام میں نہیں پا سکے تو کسی نفسیاتی

شفاخانے سے رجوع کرتے۔ اسلام میں ایک مسلمہ قاعدے کو چھوڑ کر جس پر اپنا اور آخرت کی فلاح کا انحصار ہے دین کو بازیچہ اطفال بنانا مسلمانوں کے لیے کبھی قابل برداشت نہیں ہوسکتا اور نہ ہی مسلمان ایسے ہوتے ہیں کہ بیرونی اور اجنبی ثقافت کو اپنا کر پھولے نہ سماتے ہوں۔

آٹھویں اصطلاح: ھوی

ھـــوی: دلی میلان، محبت اور عشق یہ میلان خیر کے لیے بھی ہوسکتا ہے اور شر کے لیے بھی، کسی چیز کو پانے کا ارادہ اور خواہش۔

ھوی نفس سے مراد ہے نفس کا ارادہ اور آیت (**ونھی النفس عن الھوی**) سے مراد ہے اور اس نے نفس کو شہوت پسندی سے روکا۔ اور نفس جن نافرمانیوں کی طرف مائل ہوتا ہے اس سے منع کیا۔

لفظ ھوی جب اسم صفت کے بغیر بولا جائے تو اس سے بری خواہش ہی مراد لی جاتی ہے اگر یہ اسم صفت کے ساتھ آئے مثلاً **ھوىً حسنٌ** یا **ھوىً موافقٌ للصواب** یعنی عمدہ خواہش یا مبنی برحق خواہش، ایسی صورت میں ھوی اپنے عرفی معنی سے نکل کر اپنی صفت کے مطابق معنی دے گی۔

اس وضاحت کے بعد شریعت میں ھویٰ کا عرفی معنی کبھی کفر اکبر کے مترادف اور کبھی کفر اصغر کے مترادف کے طور پر مرغوب امر کی مناسبت سے مستعمل ہوا کرتا ہے۔ خواہش نفس شریعت کی حرام کردہ چیز کو حلال قرار دے یا حلال کو حرام قرار دے۔ کسی چیز کا حسن اور قبح کا فیصلہ ہوائے نفس سیت کیا جائے اور ہوائے نفس ہی معبود بن جائے تو یہ ھوی کی قسم کفر اکبر کے مترادف ہے اور ملت اسلامیہ سے خارج کردینے والا فعل ہے۔

اگر نفس کے میلان نے حرام خوری کرادی، شراب پی لی یا بدکاری کا ارتکاب کیا تو یہ کبیرہ گناہوں کے قبیل سے ہوا اور کفر اصغر کے مترادف کفر دون کفر کی طرح ملت اسلامیہ سے خارج نہیں کرتا۔

ھوی بمعنی کفر اکبر کی مثالیں:

﴿ **ولا تطع من اغفلنا قلبه عن ذكرنا واتبع هواه كان أمره فرطاً** ﴾ (الکھف :28)

”کسی ایسے شخص کی اطاعت نہ کرو، جس نے اپنے دل کو ہماری یاد سے غافل کردیا ہے اور جس نے اپنی خواہش نفس کی

پیروی اختیار کرلی ہے اور جس کا معاملہ افراط وتفریط پر مبنی ہے۔''

سورہ انعام میں کافروں کی خواہشات کی پیروی کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

﴿ ولا تتبع اھواء الذین کذبوا بآیتنا ﴾ (الانعام :150)

''اور ہرگز ان لوگوں کی خواہشات کے پیچھے نہ چلنا جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا ہے''

سورہ بقرہ میں فرمایا:

﴿ولئن اتبعت اھواء ھم بعد الذی جاء ک من العلم ما لک من اللہ من ولیٍّ ولا نصیرٍ ﴾

(البقرة ۱۲۰)

''تم نے ان کی خواہشات کی پیروی کی تو اللہ کی پکڑ سے بچانے والا کوئی دوست اور مددگار تمہارے لیے نہیں ہے۔''

اس طرح کی دوسری آیات بھی قرآن مجید میں بکثرت موجود ہیں۔

فتاویٰ ابن تیمیہ میں ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ جو شخص اپنی خواہش نفس کا پرستار بن جائے تو بلاشبہ اس نے اپنا معبود اپنی خواہش کو ہی بنالیا۔ اب جب اس کے مَن میں ایک الـہ موجود ہے تو وہ مستحق الـہ کی عبادت نہیں کر پاتا بلکہ وہ تو اپنی خواہش نفس کا پجاری ہے' اپنی خواہش سے اس کی محبت اسی طرح ہوتی ہے جس طرح بت پرستوں کی اپنی پسند کی مورتی سے محبت ہوتی ہے۔ یا سامری کے ساتھیوں کو بچھڑے سے جو شدید وارفتگی ہوگئی تھی تو پھر ان کا یہ دعویٰ کہ وہ اس صنم کے ساتھ یا صنم کے ذریعے حقیقی الـــہٰ سے ہی الفت رکھتے ہیں ایک لایعنی بات ہو کر رہ جاتی ہے ۔اللہ کی محبت سرے سے رہتی ہی نہیں ہے۔ الہٰ ہوتا ہی وہ ہے جو ساری محبت اور وارفتگی کا محور ہو۔

اسی ہوائے نفس کا ایک بڑا مظہر قانون ساز ادارے ہیں جو بیشتر جمہوری اور دوسرے اللہ کے احکام کو چھوڑ کر انسان ساختہ قوانین پر مبنی ممالک میں پائے جاتے ہیں۔

حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ ولا یشرک فی حکمه احداً ﴾ (الکھف: 26)

''اور وہ قانون سازی میں کسی کو شریک نہیں کیا کرتا۔''

یہ ممالک قانون سازی میں اللہ کے اس خاص حق میں خود کو شریک کرتے ہیں قانون سازی کرنا شرکِ اکبر ہے اور ھوائے نفس کی یہ قسم کفرِ اکبر اور شرکِ اکبر کی قسم سے متعلق ہے۔

چناچہ بنی تمیم میں سے ایک شخص نے نبی علیہ اسلام سے کہا ''اِنَّ حمدی زَین'' میری تعریف ہی حسن ہے ''وذَمّی شین'' اور میری مذمت کرنا ہی قبح ہے' تو اس کے جواب میں آپ ﷺ نے فرمایا ''ذاک اللہ'' اس کا سزا وار صرف اکیلا اللہ ہے یعنی حسن و قبح کا فیصلہ اللہ کو چھوڑ کر اپنے جی سے کرنا اللہ کے حقِ حاکمیت پر ڈاکا ڈالنا ہے۔ یہ اللہ کی وہ صفت ہے جس سے وہ تمام مخلوقات سے ممتاز ہو کر الہ برحق کہلایا ہے۔

ھوی کی مذکورہ بالا مثالیں ھوی بمعنی کفر اکبر سے متعلق ہیں فسق' گناہ یا کفر دون کفر کی وضاحت ہم آگے کریں گے۔

فسق ، گناہ یا کفر دون کفر کی وضاحت :

سورہ نساء میں ارشاد باری تعالی ہے۔

﴿فلا تتبع الھوی عن تعدلوا و ان تلوا اوتعرضوا فان اللہ کان بما تعملون خبیراً﴾

(النساء:135)

''لہذا اپنی خواہشِ نفس کی پیروی میں عدل سے باز نہ رہو' اور اگر تم نے لگی لپٹی بات کہی یا سچائی سے پہلو بچایا تو جان رکھو کہ جو کچھ تم کرتے ہو اللہ کو اس کی خوب اچھی طرح خبر رہتی ہے''

اسی طرح گناہوں سے نفس کو روکنے پر مجاہدہ کرنے والوں کی تعریف کرتے ہوئے سورہ نازعات میں فرمایا:

﴿واَمّا من خاف مقام ربہ ونھی النفس عن الھوی فان الجنۃ ھی الماوی﴾

(النازعات:41-40)

''اور جس نے اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے کا خوف کیا تھا اور نفس کو بری خواہشات سے باز رکھا تھا جنت اس کا ٹھکانا ہوگی۔''

امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں مقاتل رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے کہتے ہیں کہ ''یہ اُس شخص کی بابت ہے کہ جس کا نفس اسے گناہ اور نافرمانی پر ابھارتا ہے لیکن پھر اسے اللہ تعالیٰ کی جناب میں پیشی کا خیال آتا ہے اور وہ گناہ کرنے سے باز آجاتا ہے۔''

بنا بریں اہل سنت والجماعت کا یہ مسلّمہ عقیدہ ہر عام و خاص کو معلوم ہے کہ گناہ خواہ کتنے زیادہ ہو جائیں جب تک وہ شرک یا گناہ کو حلال کر دینے والے نہ ہوں وہ عاصی شخص کو اسلام سے خارج نہیں کرتے برخلاف خوارج

کے، جو کبیرہ گناہ کے مرتکب کی تکفیر کرتے ہیں۔

جب تک ھوی، گناہ اور فسق پر مائل کرنے والی ہو وہ کفر اصغر کی طرح ہوتی ہے۔ لہذا اس قسم کی ہوائے نفس سے مجبور ہو کر جو شخص گناہ کا مرتکب ہوگا وہ کافر نہیں کہلائے گا بلکہ اپنے گناہوں کی شدت کے لحاظ سے فاسق کہلاسکتا ہے، جیسا کہ گناہ کی نوعیت ہوگی، ایک کمزور ارادے کا شخص گناہ کر بیٹھتا ہے پھر اسے خیال آتا ہے تو توبہ و استغفار کر کے اپنے گناہ معاف کرالیتا ہے جبکہ ایک اور شخص گناہ کو حلال سمجھ کر اس کا رسیا ہو جاتا ہے، ظاہر ہے یہ دوسری قسم کی ہوائے نفس ہے جو کفر اکبر سے متعلق ہے۔

نویں اصطلاح : موالات

موالات کا متضاد دشمنی اور عناد ہے، دوستی، نصرت اور کسی سے سیاسی الحاق (حلف، تحالف، اتحاد) کرنا موالات ہے اگر اس کی مزید وضاحت کرنا چاہیں تو ان معانی کی رو سے جھکاؤ (سیاسی معنی میں) دوستی کی پینگیں بڑھانا، نرم گوشہ رکھنا، (مداہنت) اور مسلمانوں کو چھوڑ کر دوسروں کو راز دار (بطانہ) یا مشیر بنانا۔

ہم نے موالات کے جو معانی اوپر بیان کیے ہیں یہ سب کتاب اور سنت سے ماخوذ ہیں جس کی تفصیل ہم آگے چل کر بیان کریں گے۔

موالات با قاعدہ عبادت ہے اور شرعی احکام از قسم واجب اور حرام سے منضبط کی جاتی ہے۔ مؤمنین کے درمیان موالات (دوستی، پشت پناہی، خیر خواہی) کا ہونا واجب ہے اور کفار سے موالات حرام ہے۔ شریعت میں موالات کی دو اقسام ہیں موالات کبریٰ اور موالات صغریٰ۔

موالات کبریٰ: موالات کبریٰ جب کفار سے ہو تو یہ اس شخص کے حق میں کفر اکبر کی طرح ہوتی ہے اور اسے دائرہ اسلام سے خارج کر دیتی ہے موالات کبریٰ یہ ہے کہ مسلمانوں کے خلاف کفار کی نصرت (support) کرنا ان کے ساتھ سیاسی اتحاد (تحالف) کرنا یا کفار جب مسلمانوں پر جنگ مسلط کرنا چاہیں یا انہیں ایذاء پہنچانا چاہیں تو اس میں ان کی مدد اور تعاون کرنا۔

اسی طرح ان سے محبت رکھنا یا جن سے وہ محبت کرتے ہوں ان سے محبت رکھنا جن سے کفار نفرت اور بغض رکھیں

ان سے نفرت، بغض اور دشمنی رکھنا، اس طرح یہ موالات کبریٰ **عقیدۃ الولاء و البراء** کے مترادف ہوجاتا ہے کفار کی محبت (یا سیاسی مصلحت) میں اس حد تک بڑھ جانا کہ جس سے کفار محبت کریں مسلمان بھی انہی سے محبت کے جتن کریں اور جن سے کفار نفرت کریں یہ بھی انہی سے نفرت کریں۔ اس قسم کی موالات (نواقض الاسلام، وہ امور جن سے آدمی اسلام سے بالکلیہ نکل کر کافر ہوکر دائرہ اسلام سے خارج ہوجاتا ہے) کی ایک سب سے شدید ترین شکل ہے اور ایمان کی ضد ہے۔ کتابُ اللہ میں موالاتِ کبریٰ اور اس سے کافر ہوجانے کا ذکر بکثرت موجود ہے۔

سورہ مائدہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

﴿ **یاایھا الذین امنوا لا تتّخذوا الیھود والنصری اولیاءَ بعضھم اولیاءُ بعضٍ ومن یتولّھم منکم فانه منھم** ﴾(المائدہ:51)

''اے وہ لوگو، جو ایمان لائے ہو، یہودیوں اور عیسائیوں کو اپنا رفیق نہ بناؤ، یہ آپس ہی میں ایک دوسرے کے رفیق ہیں اور اگر تم میں سے کوئی ان کو اپنا رفیق بناتا ہے تو وہ بھی ان میں شمار ہوگا''

محمد بن سیرین، عبداللہ بن عتبہ سے بیان کرتے ہیں کہ { **لیتقِ احد کم ان یکون یھودیا او نصرانیاً وھو لایشعر** } چاہیے کہ ہر شخص اس بات سے چوکنا رہے کہ وہ لاشعوری میں یہودی اور نصرانی نہ بن جائے، محمد بن سیرین کہتے ہیں کہ ہم اس سے سورہ مائدہ کی آیت ﴿ **یاایھاالذین آمنوا لاتتخذوالیھود والنصرایٰ اولیاء** ﴾ مراد لیا کرتے تھے۔

آیت میں مذکور موالات سے حمایت، نصرت، تعاون اور تحالف مراد ہے۔ آیت میں مذکورہ موالات کا مفہوم کوئی یہ بیان کرنا چاہے کہ اس سے مراد کفار کے دین اور اُن کے مذہب سے محبت رکھنا ہے، جیسا کہ ہمارے زمانے کے **مرجئہ** عقائد رکھنے والے مشائخ بیان کرتے ہیں، تو نہ صرف آیت کا شان نزول اس کے مخالفت میں ہے بلکہ صحابہ رضی اللہ عنہم اور سلف صالحین کے مفہوم کے بھی یہ صریحاً خلاف ہے۔ ہمارے **مرجئہ** عقائد کے حامل مشائخ کہتے ہیں کہ ان کے دین سے محبت رکھنا تو دین اسلام سے خارج کردیتا ہے لیکن عملی تعاون اور سیاسی تحالف محض سیاسی نوعیت کے امور ہیں یا زیادہ سے زیادہ گناہ ہوں گے، اِس سے کوئی شخص کافر ہوکر ملت سے خارج نہیں ہوتا۔

ہمارے مشائخ کی یہ دلیل حد درجہ بودی ہے، کفار کے دین سے محبت رکھنا بذات خود کفر ہے اس کے لئے کسی عملی اقدام کی ضرورت نہیں ہے جبکہ موالات سے مراد مسلمانوں کے خلاف تعاون اور نصرت ہے جو شریعت میں

الگ سے بیان ہوتی ہے۔دوسری طرف آیت کا شان نزول بھی اس کے خلاف ہے۔واقعہ یہ تھا کہ اسلام قبول کرنے سے پہلے قبیلہ عوف بن خزرج' بنوقینقاع (یہودی قبیلہ) کے سیاسی حلیف تھے۔منافق اکبر عبداللہ بن اُبیّ اور صحابی رسول عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بھی اس تحالف کے فریق تھے۔حافظ ابن کثیر اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ جب بنوقینقاع نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کا آغاز کیا تو جاہلی تحالف کی وجہ سے عبداللہ بن اُبیّ نے ان کی ڈھارس بندھائی جبکہ عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر بنوقینقاع اور دوسرے کفار سے موالات رکھنے سے صاف براءت کردی اور فرمایا کہ میں اللہ اس کے رسول اور مومنین سے موالات رکھتا ہوں اور پچھلے سارے تحالف جو یہودیوں سے میرے چلے آرہے ہیں یا کفار سے تھے انہیں میں یک قلم مشت کالعدم قرار دیتا ہوں،ابن کثیر فرماتے ہیں کہ **فَفِيه وَ فِي عبدالله بن ابیّ نَزَلَت** ' کہ عبادہ بن صامت اور عبداللہ بن اُبیّ کے طرز عمل کے لیے یہ آیات نازل ہوئی تھیں۔

فی ظلال القرآن میں سید قطب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔''یہ امر تو قطعی محال ہے کہ مسلمانوں میں سے کوئی کفار کے دین کو پسند کرے گا بلکہ آیت میں مذکور موالات سے ایک دوسرے کی نصرت کرنا اور تحالف کرنا ہی مراد ہے اور اسی سے سختی سے منع کیا گیا ہے!

امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:۔' **فَاِنَّهُ مِنهُم** ' کہ وہ ان میں شمار ہوگا اور یہ انتہائی درجے کی وعید ہے' ایسی نافرمانی جس سے کفر لازم آتا ہے اس سے زیادہ شدید اور کوئی وعید شریعت میں نہیں ہے۔﴿**ان الله لا يهدى القوم الظالمين**﴾''بیشک اللہ ظالم قوموں کو ہدایت نہیں دیتا'' یہ جملہ پچھلے جملے کی علت ہے یعنی ان کا کفر میں یوں جا پڑنا اس وجہ سے ہوا کہ انہوں نے اپنے آپ پر جو ظلم کیا تھا اس جرم کی پاداش میں وہ اس انعام سے محروم ہوگئے تھے کہ انہیں اللہ کی طرف سے ہدایت ملتی،وہ ظلم ہے' کفار سے موالات رکھنا۔

موالات کبریٰ کی دوسری وضاحت سورہ مائدہ میں بیان ہوئی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿**ولو كانوا يومنون بالله والنبى وما انزل اليه ما اتخذوا هم اولياءَ ولاكنّ كثيراً منهم فسقون**﴾**(المائده:81)**

''اگر فی الواقع یہ لوگ اللہ اور پیغمبر اور اس چیز کے ماننے والے ہوتے جو پیغمبر پر نازل ہوئی تھی تو کبھی (اہل ایمان کے مقابلے میں) کافروں کو اپنا رفیق نہ بناتے۔مگر ان میں سے تو بیشتر لوگ خدا کی اطاعت سے نکل چکے ہیں۔''

فتاویٰ ابن تیمیہ میں ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: آیت میں مذکور ایمان کا یہ تقاضا بیان ہوا ہے کہ ایمان کے

ساتھ ساتھ انہیں دوست نہیں بنایا جاسکتا اور یہ ایمان کے متضاد کام ہے۔ مزید برآں یہ کہ ایک دل میں ایمان اور کفار سے محبت (ولایت) نہیں سما سکتی، جیسا کہ آیت ﴿لا تتخذوا الیھود و النصری﴾ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: '' اے وہ لوگو، جو ایمان لائے ہو، یہودیوں اور عیسائیوں کو اپنا رفیق نہ بناؤ، یہ آپس ہی میں ایک دوسرے کے رفیق ہیں اور اگر تم میں سے کوئی ان کو اپنا رفیق بناتا ہے تو اس کا شمار بھی پھر انہیں میں سے ہے، یقیناً اللہ ظالموں کو اپنی رہنمائی سے محروم کردیتا ہے۔'' (سورۃ مائدہ : ۵۱) اِس آیت کی رو سے کفار سے دوستی رکھنے والا مومن نہیں ہوسکتا۔

سورہ آل عمران میں یہی حکم ان الفاظ میں بیان ہوا ہے:

﴿**لا یتخذ المومنون الکافرین اولیاءَ من دون المؤمنین ' ومن یفعل ذلک فلیس من الله فی شیءٍ عن تتّقوا منهم تقاة**﴾ (**العمران: 28**)

''مومنین اہل ایمان کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا رفیق اور یارومددگار ہرگز نہ بنائیں۔ جو ایسا کرے گا اس کا اللہ سے کوئی تعلق نہیں۔ ہاں یہ معاف ہے کہ تم ان کے ظلم سے بچنے کے لیے بظاہر ایسا طرز عمل اختیار کر جاؤ۔''

امام شوکانی رحمہ اللہ ' **فلیس من الله فی شیءٍ** ' کی تفسیر بتلاتے ہوئے کہتے ہیں کہ اللہ کی ولایت ذرا بھی حاصل نہ ہوگی وہ پوری طرح اس ولایت سے محروم ہوجاتا ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ اللہ کی حمایت سے مکمل طور پر صرف اور صرف کافر محروم ہوتا ہے یہی بات سورہ انفال میں بیان ہوئی ہے:

﴿**وما لهم ألاّ یعذّبهم الله وهم یصدّون عن المسجد الحرام و ما کانوا اولیاءَ ه اِن اولیاؤه الاّ المتقون**﴾(**الانفال :34**)

''لیکن کیوں نہ وہ اب ان پر عذاب نازل کرے جب کہ وہ مسجد حرام کا راستہ روک رہے ہیں حالانکہ وہ اس مسجد کے جائز متولی نہیں ہیں وہ تو صرف اہل تقویٰ ہی ہوسکتے ہیں۔''

سورہ انفال :

﴿**والذین کفروا اولیاء بعضٍ الاّ تفعلوه تکن فتنةٌ فی الارض وفسادٌ کبیرٌ**﴾(**الانفال:73**)

''جو لوگ منکر حق ہیں وہ ایک دوسرے کی حمایت کرتے ہیں۔ اگر تم یہ نہ کروگے تو زمین میں فتنہ اور بڑا فساد برپا ہوگا''

اس آیت کی تفسیر میں امام بغوی کہتے ہیں کہ: زمین میں فتنے سے مراد کفار کا قوت پکڑنا ہے اور وہ کہتے ہیں کہ بڑا فساد یہ ہے کہ اسلام کمزور پڑ جائے. اور اسلام کا کمزور پڑ جانا اس سے بڑا واقعہ ہے کہ کفار طاقتور ہوں۔

امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے بعد مفسرِ قرآن امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر ملاحظہ کریں، وہ فرماتے ہیں کہ فساد کبیر سے شرک کا رواج پانا ہے۔

موالات کبری کی بابت صحابی رسول عکرمہ رضی اللہ عنہ سورہ نحل آیت ۲۹ کا شان نزول بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

﴿ الذین تتوفّا هم الملئكة ظالمی انفسهم فالقوا السلم ما كنّا نعمل من سوءٍ بلی انّ الله عليمٌ بما كنتم تعملون فادخلوا ابواب جهنم خلدين فيها فلبئس مثوی المتكبرين ﴾(النحل:29)

''(ان کا حال یہ ہے کہ) جب فرشتے ان کی روحیں قبض کرنے لگتے ہیں اور یہ اپنے ہی حق میں ظلم کرنے والے ہوتے ہیں تو مطیع اور منقاد ہو جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم کوئی برا کام نہیں کرتے تھے. ہاں جو کچھ تم کیا کرتے تھے خدا اُسے خوب جانتا ہے۔ سو دوزخ کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ، ہمیشہ اس میں رہو گے، اب تکبر کرنے والوں کا برا ٹھکانا ہے۔''

عکرمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ یہ آیات اُن مسلمانوں کے متعلق نازل ہوئی تھیں جو مکہ میں ایمان تو لے آئے تھے مگر مدینے کی طرف ہجرت کر کے آباد نہیں ہوئے تھے۔ جب بدر کا موقع آیا تو مشرکین مکہ انہیں بھی جنگ میں لے آئے اور ان میں سے چند لوگ مارے گئے، تو یہ آیات اُن کے متعلق نازل ہوئی تھیں۔

صحیح بخاری میں ابن عباس رضی اللہ عنہ اس سے ملتی جلتی تفسیر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے میں بعض مسلمان مشرکین کی صف میں شامل ہو کر مشرکین کی تعداد میں اضافے کا سبب بنتے تھے، جنگ کے دوران میں وہ کسی تیر سے مارے جاتے یا زخمی ہو کر دم توڑ دیتے تھے، تو ان کی بابت یہ آیات نازل ہوئی تھیں۔

بنابریں اس آیت کی رو سے یہ نتیجہ نکلا جسے اہل علم اور مفسرین نے بیان کیا ہے کہ مشرکین کی صف میں شامل ہو کر جو مسلمان مارے گئے تھے وہ کفر اور شرک پر مارے گئے تھے اس کی ایک اور دلیل رسول اللہ کے چچا عباس رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب کے ساتھ نبی علیہ الصلوۃ والسلام کا معاملہ بھی ہے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ جنگ بدر میں قیدی بنا کر مدینے لائے گئے تھے آپ کے چچا نے کہا بھتیجے میں تو مسلمان تھا مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جیسے دوسرے بدر کے اسیروں سے فدیہ لے کر معاملہ کیا تھا اسی طرح اپنے چچا سے معاملہ کیا اور فرمایا ہمیں آپ رضی اللہ عنہ مشرکین کی صف سے ملے ہیں اپنا فدیہ دے کر خلاصی پائیے وہ کہتے رہے کہ میں بحالت مجبوری مشرکین کے ساتھ آیا ہوں، لیکن نبی علیہ الصلوۃ والسلام سمجھتے تھے کہ عباس بن عبدالمطلب کی شخصیت ایسی نہیں تھی کہ جسے بزور جنگ میں لایا جائے اس لیے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا حالت اکراہ کا

عذر آپ نے قبول نہیں فرمایا تھا۔

موالات کبریٰ کی تفصیلات زیادہ تر فتنہ ارتداد میں ملتی ہیں حضرت مُجاعۃ رضی اللہ عنہ شہر یمامہ کے رہنے والے تھے جہاں مسیلمہ کذاب نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔اس فتنے کی سرکوبی کے لیے سیف اللہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ مبعوث ہوئے اور مدعیان نبوت کے قریب پہنچ کر دوصد اسپ سواروں کو اس ہدایت کے ساتھ روانہ کیا کہ تم جس پر قابو پا سکو اسے چھوڑ نا مت اور گرفتار کر کے ہمارے پاس لے آنا۔اسپ سوار، حضرت مجاعۃ رضی اللہ عنہ اور ان کے قوم کے بائیس دیگر افراد گرفتار کر لائے۔جب خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے پاس لائے گئے تو مجاعۃ رضی اللہ عنہ کہنے لگے آپ کو میرے اسلام لانے کا واقعہ تو ضرور یاد ہوگا میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کی بیعت میں چلا گیا تھا' برادر اسلام بخدا میں کل کی طرح آج بھی نبی ﷺ کے ساتھ کی گئی اپنی بیعت پر قائم ہوں اگر کوئی دجال (مسلیمہ کذاب) ہماری قوم سے جھوٹے دعوے کے ساتھ نبوت کا دعویٰ کرتا ہے تو مجرم وہ ہے ہم نہیں کیا اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں ہے کہ ﴿وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرٰى﴾ ''اور کوئی جان کسی جان کا بوجھ نہ اٹھا سکے گی'(کیا محض مسیلمہ کی قوم سے ہونا ہمارا جرم ہے) حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے یہ عذر سن کر کہا'' تم جس دین پر کل تھے آج اس دین پر نہیں ہو تم اپنے قبیلے کے معزز ترین آدمی ہو۔جب ایک جھوٹے نے نبوت کا دعوی کیا تھا تو تمہارا یہ فرض تھا کہ خاموش نہ رہتے۔تمہاری خاموشی اس کے لیے تائید سمجھی گئی ہے،اس پر مستزاد تمہیں میری لشکرکشی کی اطلاع بھی ہوگئی تھی' پھر بھی تم اپنی قوم سے چمٹے رہے اس سے بھی تمہاری تائید ثابت ہوتی ہے،تمہارے لیے ثمامہ رضی اللہ عنہ اور الیشکری رضی اللہ عنہ کی مثال بھی ہے،ان دونوں نے اس کی نبوت کا انکار کیا اور اسے جھٹلایا ہے اگر تم کہتے ہو کہ میں اپنی قوم سے خطرہ محسوس کرتا تھا اگر ایسا تھا تو ہمیں پہلے سے اس کی اطلاع بھجوائی ہوتی یا ہماری طرف چلے آتے۔یہ سن کر مجاعۃ رضی اللہ عنہ نے کہا:'' اے مغیرہ کے بیٹے! کیا آپ اس سب کچھ کے باوجود مجھ سے درگزر نہ فرمائیں گے،خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں لیجیے میں آپ کا خون معاف کرتا ہوں لیکن میرے دل میں بدستور خلش ہے کہ تمہیں معاف کرنا درست اقدام ہے بھی یا نہیں اس واقع میں حضرت مجاعۃ رضی اللہ عنہ سے بظاہر کوئی بڑی جسارت نہیں ہوئی تھی ،لیکن موقع ہونے کے باوجود وہ مرتدین میں بدستور موجود رہے،مرتدین کے ساتھ رہتے ہوئے **نھی عن المنکر** کا کام بھی نہیں کیا،اور ان کا مرتدین کے درمیان خاموش رہنا ہی ان کا جرم قرار دیا گیا تھا۔یہی وجہ ہے کہ محمد بن عبدالوھاب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دس نواقص اسلام میں سے **مظاھرۃ المشرکین ومعاونتھم** کو بھی شامل کیا ہے یعنی مسلمانوں کے مقابلے میں مشرکین کی تعداد میں اضافے اور ان کے ساتھ تعاون

،کونواقص اسلام میں شمار کیا ہے۔

اگر پوچھا جائے کہ ایسا شخص جوان کے ساتھ رہتا ہے اور اسی وجہ سے ان کی صف میں بھی شامل ہو جاتا ہے جبکہ وہ ہے مسلمان تو کیا اس کا یہ اقدام نفاق کے زمرے میں آئے گا یا کفر اکبر کے زمرے میں آئے گا۔

مذکورہ بالا صورت میں مشرکین کے ساتھ اس کا معاون ہونا تو بالکل واضح ہے' یہ نفاق کی صورت ہے ہی نہیں ،نفاق تو تب ہوگا جب مسلمانوں کی صف میں سے کوئی مسلمان در پردہ دشمنوں سے ساز باز کرتا ہے اور اپنے اس کام کو حد درجہ خفیہ رکھتا ہے۔ یہ شخص منافق ہے اور اللہ کے ہاں کافر ہے اگر مسلمانوں کو بھی اس ساز باز کا علم ہو جائے تو دنیا میں بھی کافر قرار دیا جائے گا۔

سوال میں مذکورہ جس صورت کا ذکر کیا گیا ہے اس کا جواب ہم عبد الطیف آل شیخ کے الفاظ میں دیتے ہیں۔ رسائل مفیدہ میں وہ لکھتے ہیں: ''اللہ کے دشمنوں کی نصرت کرنا پورے اسلام سے خارج کرانے والا سب سے بڑا گمراہ کن اور عظیم ترین گناہ ہے' (اس نصرت کی صورتیں یہ ہوسکتی ہیں) اللہ کے دشمنوں سے تعاون کرنا' ان کے دین کے پنپنے کے لیے سعی کرنا، حالانکہ وہ شرک کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کو معطل کرتے ہیں اور بھیانک گناہوں میں شب و روز مصروف رہتے ہیں' ان کی کاروائیوں کو ٹھنڈے پیٹوں برداشت کرنا' ملازم ہونے کی صورت میں ان کی تعریفیں اور خوش آمد کرنا، ان کے نظام میں مل کر اس کا ایک حصہ بننا، بلکہ وہ جہاد چھوڑ کر ان سے صلح کر لیتا ہے اور بڑی خوشی سے ان کی اطاعت کرتا رہتا ہے'' شیخ عبد اللطیف رحمۃ اللہ علیہ کا قول یہاں ختم ہوتا ہے.

موالات کبریٰ کے بعد اب ہم موالات صغریٰ کی تفصیلات بیان کرتے ہیں۔

موالات صغریٰ: موالات کبریٰ سے کم درجے کا میلان اور جھکاؤ جیسے کسی مالی منفعت کے لیے یا کافر رشتے دارو ں یا قبیلے سے خونی تعلق کی وجہ سے فطری محبت سے زیادہ ایسا میلان جو مسلمانوں کے لیے ضرر رساں ہو یا کفار کو مسلمانوں کے خلاف کوئی ادنیٰ درجے کا فائدہ پہنچانے والا ہو۔ اس قسم کا میلان رکھنے والا شخص اسلام کے دائرہ سے خارج نہیں ہوگا۔

ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت کے زمانے میں منافقین کے طرز عمل سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو ایذاء پہنچی تھی یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی ساکھ کو جس طرح دھچکا لگانے کی کوشش کی گئی تھی وہ موالات صغری کے تحت آتا ہے۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نام لیے بغیر عبد اللہ بن ابی کی اس زمانے میں سرگرمیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

{من یعذرنی من رجل بلغنی اذاہ فی اھلی}۔ ''میرے اہل خانہ کی بابت ایک ایسے شخص کا تذکرہ کیا جارہا ہے جو حددرجہ شریف النفس ہے اور میں نے کبھی اس میں بھلائی کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں پائی۔ کوئی ہے جو میری اس تکلیف کو رفع کردے! یہ سن کر سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اگر وہ شخص قبیلہ اوس سے ہے تو اِس کام کو میرے سپرد کردیجئے، میں اس کی گردن تن سے جدا کردوں گا، اگر وہ شخص خزرج قبیلے سے ہے تو آپ حکم دیں ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان پر عمل کرنے میں ذرا بھی تامل نہ کریں گے۔

اس بات پر خزرج کے سردار سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے ایک قسم کی اہانت محسوس کی' کیونکہ عبداللہ بن ابی خزرج قبیلے کے سرداروں میں سے ایک تھا بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت سے پہلے اسے اپنے سردار بننے کا بھی یقین تھا۔ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ تلملا کر سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہوئے اور کہا: آپ کا کہا بجا نہیں ہے بخدا تم اسے ہرگز قتل نہیں کرپاؤ گے۔

یہ سن کر اُسید بن حضیر رضی اللہ عنہ جواب دیتے ہیں بخدا آپ نے غلط بات کرکے اپنی شخصیت کو مجروح کرلیا ہے۔ ایک منافق کا ساتھ دے کر تم خود بھی منافق ہوگئے ہو۔ قریب تھا کہ اوس وخزرج کے درمیان بات بڑھ کر خون ریزی تک پہنچ جاتی لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حلیم اور بردبار شخصیت کی موجودگی میں ایسی نوبت نہ آئی' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں سرداروں کو پرسکون کرکے معاملہ رفع دفع کرادیا۔ (متفق علیه)

سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کا وقتی طور پر قبیلے کی ناجائز حمایت کرنا موالات صغریٰ میں شمار کیا جاتا ہے اور یہ بھی درست ہے کہ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے اپنے قبیلے کی حمایت میں عدل سے کام نہیں لیا۔ منافقین کے لیے نرم گوشہ رکھا لیکن یہ موالات اس درجے کی نہیں تھی جس سے کوئی کافر ہوکر دائرہ اسلام سے خارج ہوجاتا ہے۔ موالات کی یہ شکل موالات صغریٰ کے زمرے میں آتی تھی۔

اسی لیے ابن تیمیہ رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''کہ خونی رشتے سے تعلق بسا اوقات ایسا شدید ہوجاتا ہے کہ ایک شخص اس محبت میں مسلمانوں کے خلاف ایمان میں کمزوری کی وجہ سے ایسا اقدام کرلیتا ہے جو ایک بڑا گناہ تو ضرور ہوتا ہے لیکن وہ کفر کے درجے تک نہیں پہنچتا۔ حاطب بن بلتعہ رضی اللہ عنہ کا مکہ میں اپنے رشتے داروں کے لیے تحفظ حاصل کرنے کے لیے نبی علیہ السلام کی لشکرکشی کی اطلاع دینا اور خزرج کے سردار سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کا عبداللہ بن ابی کی وجہ سے یہ کہنا کہ تم اسے ہرگز قتل نہیں کرسکو گے اور نہ اس کی جرأت کرسکتے ہو، اسی قبیل یعنی موالات صغریٰ کے تحت آتا ہے'' ابن

تیمیہ کا کلام ختم ہوا.

سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ ہوں یا بدری صحابی حاطب بن بلتعہ رضی اللہ عنہ (۳) کسی سے بھی موالات صغریٰ کی قسم کے افعال ایک سے زیادہ مرتبہ نہیں ہوئے ،کوئی شخص انہیں نظیر بنا کر موالات صغریٰ میں آگے بڑھ جائے' یا اس میں تمیز ہی نہ کر سکے کہ موالات صغریٰ کب تعاون اور تحالف کی شکل اختیار کر کے موالات کبریٰ بن جائے اس لیے موالات صغریٰ کو کوئی مسلمان معمولی درجے کا گناہ نہ سمجھے ،چھوٹے چھوٹے اقدامات سے بڑے معاملات کی راہ ہموار ہو جایا کرتی ہے۔اس لئے ہر مسلمان کو حد درجہ موالات صغریٰ میں پڑنے سے بعض رہنا چاہیے.

دسویں اصطلاح :ایمان

ایمان : لغوی طور پر ایمان کا معنی تصدیق ہے،شریعت میں اعتقاد،قول اور عمل منجملہ ایمان کہلاتے ہیں۔ ایمان اللہ کی اطاعت اور نیک عمل سے بڑھتا،نافرمانی اور بدی کے کاموں سے گھٹتا ہے۔پھر عمل کی ایک اہم نوعیت تو ایسی ہے کہ وہ ایمان کے لیے شرط ہے اس پر ایمان کا انحصار ہوتا ہے اور عمل کی دوسری نوعیت **مکملات الایمان** (ایمان کو مکمل کرنے والے اعمال) کہلاتی ہے۔**مکملات الایمان** سے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے اور نہ کرنے سے ایمان میں اسی قدر کمی ہوتی ہے۔ جہاں تک ایمان کے لئے ضروری اعمال کا تعلق ہے تو وہ ایمان کے لئے شرط ہیں' ضروری عمل جو ایمان کی شرط ہے اور **مکملات الایمان** کو ہم اگلی سطور میں کتاب وسنت اور اقوال سلف صالحین کی روشنی میں تفصیل سے بیان کریں گے۔

جیسا کہ بیان کیا گیا ہے کہ ایمان اعتقاد،قول اور عمل کے مجموعے کا نام ہے جہاں تک اعتقاد کا تعلق ہے تو اہل علم کا اس بات پر اجماع ہے کہ اعتقاد کے بغیر ایمان کا کوئی اعتبار نہیں اور اعتقاد کے بغیر وہ شخص کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے خواہ وہ نیک اعمال کرنے والا ہی کیوں نہ ہو اور زبان سے اقرار ہی کیوں نہ کرتا ہو،جب تک دل میں اعتقاد نہیں ہے وہ مومن نہیں کہلا سکتا اور ایمان سے متصف نہیں سمجھا جائے گا۔اسی بات کو سورہ منافقون میں اس طرح بیان کیا گیا ہے۔

﴿اذا جاء ک المنفقون قالوا نشهد انک لرسول الله والله یشهد انّ المنفقین لکذبون اتخذوا أیمانهم جُنةً فصدّوا عن سبیل الله انهم ساء ما کانوا یعملون ذلک بأنهم اٰمنوا ثمّ کفروا فطبع علی قلوبهم فهم لا یفقهون﴾ (المنفقون:5-1)

''اے نبی جب یہ منافق تمہارے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ یقیناً اللہ کے رسول ہیں۔ ہاں اللہ جانتا ہے کہ تم ضرور اس کے رسول ہو مگر اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ منافق قطعی جھوٹے ہیں۔ انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا رکھا ہے اور اس طرح یہ لوگ اللہ کے راستے سے خود رکتے اور دنیا کو روکتے ہیں۔ کیسی بری حرکتیں ہیں جو یہ لوگ کر رہے ہیں یہ سب کچھ اس وجہ سے ہے کہ ان لوگوں نے ایمان لا کر پھر کفر کیا اس لیے ان کے دلوں پر مہر لگا دی گئی ،اب یہ کچھ نہیں سمجھتے۔''

ان آیات میں ان کے ایمان کے دعوے کو تسلیم نہیں کیا گیا اور اس کا سبب اعتقاد ہے، جو اقرار وہ زبان سے کرتے تھے اس کا اعتقاد دل میں نہیں رکھتے تھے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے انہیں کافر کہا ہے۔ سورہ نساء میں کافر منافق کا حکم بھی بتلا دیا۔

﴿انّ المنفقین فی الدرک الاسفل من النار ولنّ تجد لهم نصیراً﴾ (النساء:145)

''یقین جانو کہ منافق جہنم کے سب سے نیچے طبقے میں جائیں گے اور تم کسی کو ان کا مددگار نہ پاؤ گے۔''

سورہ توبہ میں بھی منافقین کے لئے ان الفاظ میں وعید آئی ہے:

﴿وعد الله المنفقین والمنفقت والکفار نار جهنم خلدین فیها هی حسبهم ولعنهم الله ولهم عذابٌ مقیمٌ﴾ (التوبة:68)

''ان منافق مردوں اور عورتوں اور کافروں کے لیے اللہ نے آتش دوزخ کا وعدہ کیا ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے ،وہی ان کے لیے موزوں ہے۔ ان پر اللہ کی پھٹکار ہے اور ان کے لیے قائم رہنے والا عذاب ہے۔''

جیسا کہ گذشتہ سطور میں گزر چکا ہے نفاق کہتے ہیں باطن میں کفر اور انکار اور ظاہر میں اسلام اور اس کے ظاہری تقاضے پورے کرنا' منافق اپنی چالاکی سے دو فوائد حاصل کرتے ہیں' ایک تو حد ارتداد سے بچ جاتے ہیں اور دوسرا اسلام سے جو فوائد حاصل ہوتے ہیں اس سے متمتع ہوتے رہتے ہیں اور اپنے زعم میں اس چالاکی سے مومنین کو خوب بے وقوف بناتے ہیں ان کی اس نفسیات کو سورہ بقرہ کی آیت:۹ میں یوں بیان کیا گیا ہے:

﴿ يخٰدعون الله والذين آمنوا وما يخدعون الاّ أنفسهم وما يشعرون﴾(سورۃالبقرۃ:9)
''وہ اللہ اور ایمان لانے والوں کے ساتھ دھوکہ بازی کر رہے ہیں، مگر دراصل وہ خود اپنے آپ ہی کو دھوکے میں ڈال رہے ہیں اور انہیں اس کا شعور نہیں ہے۔''

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ''کفر چھپا کر ایمان کے اظہار سے وہ اپنی جان و مال کو محفوظ سمجھ کر یہ یقین کر بیٹھتے ہیں کہ مومنین کو دھوکہ دے کر خود صاف بچ گئے۔''

اسلام میں خلوص نیت کی شرط ہر عمل کے لئے حتمی قرار دی گئی ہے '' انما الاعمال بالنیات''اعمال کا دارومدار نیت پر ہے۔ یہ حدیث اکثر محدثین نے کتب صحاح میں ذکر کی ہے۔صحیح بخاری میں رسول اللہ فرماتے ہیں۔

{ما من احد یشھد ان لا الٰہ الا اللہ وان محمد رسول اللہ صدقاً من قلبہ الا حرمہ اللہ علی النار}. ''جو شخص صدق دل سے یہ اقرار کرے کہ لا الٰہ الا اللہ اور گواہی دے کہ محمد اللہ کے رسول ہیں تو اللہ تعالیٰ آگ پر اسے حرام قرار دے دیتے ہیں کہ اسے چھو بھی سکے۔''

حدیث سے نہ صرف یہ مفہوم نکلتا ہے کہ اس بات کا پورا امکان ہے کہ کوئی شخص اعتقاد رکھے بغیر کلمہ پڑھ لے گا بلکہ حدیث میں یہ دلالت بھی موجود ہے کہ صدق دل کے ساتھ گواہی نہ دینے کی صورت میں وہ جنت میں بھی داخل نہیں ہوگا، وہ اہل جنت کی بجائے اہل نار میں گنا جائے گا جس کلمے کا زبان سے اقرار کیا جا رہا ہے اس پر صاحب نطق کا اعتقاد بھی ہونا چاہیے اس پر کتاب وسنت میں بے شمار دلائل موجود ہیں۔فرقہ مرجئہ اور فرقہ کرامیہ اہل سنت والجماعت کے برعکس محض زبانی اقرار کو ایمان کے لیے کافی قرار دیتے ہیں جو کتاب وسنت کے بالکل خلاف عقیدہ ہے، مزید برآں اس عقیدے کی رو سے تمام منافقین مؤمنین کہلائیں گے اور نتیجۃً انہیں اہل جنت میں بھی شمار کرنا پڑے گا اور اس طرح نفاق سے متعلق جتنی آیات ہیں وہ بھی اپنا مفہوم کھو کر محض تلاوت کے لیے باقی رہ جاتی ہیں ۔بلاشبہ ایمان کی تعریف میں یہ بدترین عقیدہ ہے۔

مرجئہ یا کرامیۃ اپنے نام اور شعارات کے ساتھ اب موجود نہیں ہے لیکن کتنے ہی لوگ خاص کر جنہیں جدید تعلیم سے کچھ نہ کچھ شغف رہا ہے بلا سوچے سمجھے مرجئہ کے منہج پر چلتے ہوئے ملیں گے' بلکہ مرجئہ اور کرامیہ کے مذاہب کو خلط ملط کر کے ایک عجیب خلفشار میں مبتلا ملیں گے۔ چونکہ یہ اپنے لیے کوئی نام اور شناخت نہیں رکھتے اس لیے کسی گروہ پر انگلی رکھ کر تو نہیں کہا جا سکتا کہ یہ مرجئہ ہیں البتہ انہیں آسانی سے پہچانا جا سکتا ہے' آپ جب ان سے

پوچھیں گے کہ کیا وہ لوگ جو اشتراکی' سیکولر اور لادین ہیں وہ کافر ہیں یا مسلمان؟ تو وہ جواب دیں گے کہ نہیں' وہ تو کلمہ پڑھتے ہیں۔اس طرح وہ محض **اقرار باللسان** کو حقیقت ایمان گردانتے ہیں' اب اس شخص نے خود ہی اقرار کرلیا ہے کہ وہ اشتراکی ہے یا لادین' اس کے باوجود **مرجئة العصر** اس کی تکفیر نہیں کریں گے۔

ایمان کا دوسرا رکن ''قول'' کی وضاحت:

قول: اقرار باللسان ایمان کی شرط ہے اور اس پر سب اہل علم کا اتفاق ہے کتاب وسنت میں **اقرار باللسان** کے لیے بے شمار دلیلیں موجود ہیں۔رسول اللہ ﷺ اپنے چچا ابوطالب سے باصرار یہ کہتے رہے کہ وہ زبان سے ایک بار اس کلمہ **لاالٰہ الااللہ** کا اقرار کرلیں تو وہ روز قیامت ان کے مسلمان ہونے کی گواہی دیں گے۔

ابوطالب نے کہا کہ میرے کلمہ شہادت پڑھنے میں یہ چیز مانع ہے کہ قریش کو یہ کہنے کا بہانہ مل جائے گا کہ ابوطالب ساری زندگی اپنے آبائی دین پر رہا اور جب مرنے لگا تو (بھتیجے کے بتلائے ہوئے) ہولناک انجام سے ڈر کر اس کا کلمہ پڑھ لیا اور یوں اپنے باپ دادا کے دین سے مرتد ہو کر مرا۔

اس طرح ابوطالب نے کلمہ پڑھنے سے انکار کردیا' نبی ﷺ ابوطالب کے کلمہ نہ پڑھنے سے نہایت پر ملال ہوئے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمادیں:

﴿**انک لا تهدی من احببت ولكنّ الله يهدی من يشاء**﴾(القصص:56)

''بے شک آپ ہدایت نہیں دے سکتے جسے آپ چاہیں لیکن اللہ ہدایت دیتا ہے، جسے وہ چاہے''۔

اور دوسری جگہ فرمایا

﴿ **مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ آمَنُوْآ اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْآ اُولِىْ قُرْبٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ**﴾(التوبة:113)

''نہ کسی نبی کے لیے لائق ہے اور نہ مومنوں کے لیے کہ مشرکین کے لیے بخشش طلب کریں اگر چہ وہ (ان کے) قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں' اس چیز کے واضح ہوجانے کے بعد کہ وہ دوزخ والے ہیں''

اس واقعہ سے جو بات سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ ابوطالب دل میں یہ اعتقاد رکھتا تھا کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعوت برحق ہے لیکن قومی حمیت اور خاندانی نخوت اور دنیا کی عار ابوطالب کے **اقرار باللسان** میں آڑے آئی تھی لہٰذا دل کا اعتقاد

جب تک زبان سے اعلانیہ ادا نہ ہو سوائے اکراہ کی حالت کے، کسی شخص کو کافر سے مومن نہیں بناتا بلکہ دنیا اور آخرت دونوں میں وہ کافر ہی رہتا ہے صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی روایت ہے'' مجھے یہ حکم ہوا ہے کہ اس وقت تک لوگوں سے قتال کرتا رہوں جب تک وہ اس بات کی شہادت نہیں دے لیتے کہ لاالـہ الا اللہ اور محمد اللہ کے رسول ہیں، پھر نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیا کریں، ایسا کرنے کے بعد ہی وہ اپنی جانوں اور مالوں کو مجھ سے محفوظ پائیں گے سوائے اس حق کے جو اسلام کی رو سے ان کے ذمہ ہوگا اور ان کے باقی معاملات (قلبی اور خفیہ) کا حساب لینا اللہ کے ذمہ ہے

(متفق علیہ)

اس حدیث کی شرح میں امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، ایمان کی شروط میں دل کا اعتقاد زبان سے اقرار اور ان تمام باتوں پر اعتقاد جو نبی آخر الزمان ﷺ لائے ہیں سب شامل ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جو شخص قوت گویائی رکھتا ہو اور پھر شہادتین (**لا الـہ الا اللہ اور محمدرسول اللہ**) کا زبان سے اقرار نہ کرے وہ تمام مسلمانوں کے نزدیک کافر ہے، تمام سلف صالحین، ائمہ کرام، اور اہل علم کے نزدیک ایسا شخص دنیاوی اور اخروی دونوں لحاظ سے کافر ہے۔ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول یہاں ختم ہوا.

عمل بالجوارح

عمل با لجوارح: یعنی بدنی عبادات ایمان کا جزء ہیں اس کی دلیلیں. سورہ بقرہ کی آیت ۱۴۳ میں نماز کے عمل کو ہی ایمان کہا گیا ہے.

﴿ **وما كان الله ليضيع ايمانكم** ﴾

'' اللہ تمہارے اس ایمان کو ہرگز ضائع نہ کرے گا۔''

اس آیت میں ایمان سے مراد نماز ہے، نماز ایک بدنی عبادت ہے اور قرآن میں اس بدنی عبادت کو ایمان کہا گیا ہے۔ بنابریں مسمّیٰ ایمان میں جنسِ عمل شامل ہے ایسا عمل جس کے بغیر ایمان معتبر نہیں ہوتا۔

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اس آیت مبارکہ میں نماز کے لیے ایمان کا لفظ استعمال ہوا کیونکہ ایمان کی طرح نماز میں نیت (اعتقاد) قول (اقرار) اور فعل (بدنی عمل) تینوں عناصر من جملہ شامل ہیں۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اسی آیت کے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ مجھے یہ آیت پڑھ کر تعجب ہوتا ہے کہ **مرجئہ** کس طرح کہتے ہیں کہ نماز ایمان میں سے نہیں ہے۔

صحیح بخاری میں ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے {سُئلَ أَیّ العمل افضلُ؟}'' کون سا عمل سب سے افضل ہے؟'' تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:{ اِیمانُ بالله وَ رَسُوله }'' اللہ پر ایمان اوراس کے رسول پر ایمان سب اعمال میں افضل ترین عمل ہے۔''

صحیح بخاری کی اس حدیث میں نبی آخرالزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایمان کو عمل میں شمار کیا ہے اوراسکو تمام اعمال میں سے افضل ترین عمل قرار دیا ہے۔

مسلم میں روایت ہے{الایمان بضع وسبعون شعبة فافضلها قول لا الہٰ الا الله وادنا ها اماطة الاذى عن الطريق والحياء شعبةٌ من الايمان}

''ایمان کے ستر سے اوپر درجے ہیں ان میں افضل ترین درجہ لاالہٰ الا الله کا اقرار ہے اور ایمان کا آخری درجہ ایذاء پہنچانے والی چیز کا راستے سے ہٹانا ہے نیز حیاء (شرم وحیاء) بھی ایمان کے درجات میں سے ایک درجہ ہے''۔

اس حدیث میں راستے سے تکلیف دہ چیز کا راہ گیروں سے ہٹالینا اور شرم وحیاء دونوں عمل ہیں اور انہیں ایمان میں شامل کیا گیا ہے۔

قبیلہ عبد قیس کے وفد سے آپ ﷺ نے کہا {آمركم بالايمان بالله }''میں تمہیں اللہ پر ایمان لانے کی دعوت دیتا ہوں، کیا تمہیں معلوم ہے کہ اکیلے اللہ پر ایمان لانے سے کیا مراد ہے۔ وفد نے جواب دیا کہ اللہ اوراس کا رسول ﷺ ہی بہتر جانتے ہیں، فرمایا شہادتین کا اقرار کرنا، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، رمضان کے روزے رکھنا اور یہ کہ تم مال غنیمت میں سے پانچواں حصہ نکالا کروگے۔''

اس حدیث کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے۔ یہاں بھی رسول اللہ ﷺ نے ایمان کی تعریف میں بدنی اعمال کو شامل کیا ہے۔

بخاری ومسلم کی ایک اور روایت میں بعض کبیرہ گناہوں کے ارتکاب کی صورت میں ایمان کی نفی کی گئی ہے ، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا''کوئی زنا کار ایمان کی حالت میں بدکاری نہیں کرتا ، اور نہ ہی ایمان کی حالت میں چور چوری کرتا ہے اسی طرح شراب پینے والا ایمان کی حالت میں شراب نوشی نہیں کرتا''۔

جامع العلوم میں ابن رجب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں ، اگر ان کبائر کا چھوڑنا ایمان میں شامل نہ ہوتا تو رسول اللہ ﷺ ان کبیرہ گناہوں کے مرتکب سے لفظ ایمان کی نفی نہ کرتے ، نام کا اطلاق جس چیز پر ہوتا ہے جب تک اس کے

چند اجزاء یا اس چیز کی چند صفات اس سے الگ نہ کر لی جائیں اس وقت اس نام سے جو چیز موسوم ہوتی ہے، اس نام کی نفی نہیں ہو سکتی۔

مذکورہ بالا نصوص ماثورہ کے بعد ہم سلف صالحین، ائمہ کرام اور اہل علم کے اقوال بیان کرتے ہیں جس میں وہ ایمان کو قول، اعتقاد اور عمل کا مجموعہ کہتے ہیں۔

امام بخاری کہتے ہیں ایمان قول اور عمل سے مرکب ہے' بڑھتا بھی ہے اور گھٹتا بھی ہے۔

عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے تمام شہروں کے عاملین کو لکھا، ایمان کے کچھ فرائض ہیں کچھ اعمال (شرائع) ہیں، ایمان کی کچھ حدود ہیں اور کچھ سنتیں ہیں جس نے ان سب کو پورا کیا اس کا ایمان بھی پورا ہو گیا' جو ان کی تکمیل نہیں کر سکا اس کا ایمان بھی مکمل نہ ہوا، اگر میں تم میں جیتا رہا تو میں اسے اس طرح بیان کر کے رہوں گا کہ تم اس پر عمل کر سکو، اگر میں مر جاتا ہوں تو مجھے تم میں جینے کی کچھ بہت خواہش نہیں ہے''۔

ابن رجب رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب جامع العلوم میں لکھتے ہیں کہ سلف صالحین نے اس شخص کی شدید مذمت کی ہے جو اعمال کو ایمان سے خارج کرتا ہے۔ **سعید بن جبیر ' میمون بن مهران' قتادہ ' ایوب سختیانی ' ابراهیم نخغنی ' زهری اور یحی بن ابی کثیر** رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ اس بات کو دین میں نئی بات سے تعبیر کرتے ہیں یعنی **قول مُحدَثٌ** (دین میں بدعت نکالنا' ایسی بات جس کی نظیر صحابہ کرام میں نہ ملتی ہو) ابن رجب رحمۃ اللہ علیہ مزید لکھتے ہیں امام ثوری رحمۃ اللہ علیہ کہا کرتے تھے یہ دین میں نئی بات ہے ہم نے اپنے پچھلوں کو اس کے برعکس کہتے سنا ہے۔

کتـــاب الام میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں صحابہ اور صحابہ کے بعد آنے والے تابعین کا اس بات پر اجماع ہے کہ ایمان قول، عمل اور نیت کا نام ہے ان تین میں سے کوئی ایک جزء الگ ہو جائے تو ایمان نہیں رہے گا۔

ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کتاب ''**شرح الارشاد**'' کے حوالے سے شہرستانی کے استاد ابوقاسم انصاری رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قول ذکر کرتے ہیں جو انہوں نے ابی معالی رحمۃ اللہ علیہ سے کہا تھا ہم اور ہمارے ہم خیال یہی عقیدہ رکھتے ہیں، یہی قول ہم سے پہلے والے اہل الحدیث کا ہے کہ اطاعت شعاری کے سارے کام فرضی ہوں یا نفلی جسے سلف صالحین' اللہ کے ان فرامین سے تعبیر کرتے ہیں جن کا بجالانا مطلوب ہے فرضی ہوں یا نفلی، اطاعت کے یہ کام ایمان ہیں اور اسی طرح اللہ نے جن کاموں سے روکا ہے خواہ حرام ہوں یا مکروہ ان سے رک جانا بھی ایمان ہے۔ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اس کے بعد لکھتے ہیں: یہی قول مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے ائمہ سلف صالحین رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ہے۔

ابن رجب رحمہ اللہ صحیح بخاری کی شرح فتح الباری میں لکھتے ہیں ؛ اکثر اہل علم کا یہی قول ہے کہ ایمان قول اور عمل کا نام ہے اسی پر ائمہ کرام اور علمائے عظام کا اجماع ہے ، امام شافعی رحمہ اللہ کہتے ہیں ؛صحابہ اور تابعین کا اس پر اجماع ہے ۔ ابو ثور رحمہ اللہ نے بھی یہی کہا ہے کہ اس پر اجماع ہے ۔ آگے چل کر لکھتے ہیں ؛ امام اوزاعی رحمہ اللہ اپنے پیش روائمہ کرام کے حوالے سے کہتے تھے کہ سلف صالحین ایمان اور عمل میں تفریق نہیں کیا کرتے تھے ۔ اہل سنت والجماعت کے اسی قول کو بیشتر علمائے سلف نے بیان کیا ہے ۔فضیل بن عیاض رحمہ اللہ اور وکیع بن جراح رحمہ اللہ بھی اہل سنت والجماعت کا یہی قول ذکر کرتے ہیں ۔

ایمان قول اور عمل کا نام ہے یہی قول **حسن ، سعید بن جبیر ، عمر بن عبدالعزیز ، عطاء ' طائوس ' مجاهد ' شعبی ، نخعی اور زهری کا بهی هے ' ثوری ، اوزاعی ' ابن مبارک ، مالک ، شافعی ، احمد ، اسحاق ، ابو عبید ، ابو ثور** رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ بھی یہی کہتے ہیں کہ ایمان قول اور عمل کو کہتے ہیں ۔

مذکورہ بالا بحث اور سلف صالحین کے اقوال کی رو سے ایمان میں **عمل بالجوارح** شامل ہے لیکن عمل کی حیثیت ایمان کے لیے شرط ہے جس کے بغیر ایمان معتبر نہیں ہوتا یا عمل سے ایمان مکمل ہوتا ہے' اگلی سطور میں ہم اس قضیہ کو تفصیل سے بیان کریں گے ۔ یہ مسئلہ اس لیے بھی نازک ہے کہ اگر عمل ایمان میں شامل ہے تو اس صورت میں عمل کی غیر موجودگی میں ایمان کی بھی نفی کرنا پڑے گی ۔

اصل میں عمل کی دو اقسام ہیں' ایک قسم کا عمل ایمان کی شرط ہے اور اس کی غیر موجودگی میں ایمان کی بھی نفی ہوتی ہے اور ایک قسم کا عمل ایمان کی تکمیل کرنے والا ہوتا ہے ۔ کتاب وسنت اور سلف صالحین کے اقوال اسی بات پر دلالت کرتے ہیں ، پس ہر وہ عمل جو توحید کے تقاضوں میں سے ہے ایسے عمل کا ترک کرنا جو توحید کا تقاضا ہو ، نواقص ایمان میں شمار ہوگا ، اسی طرح ایسا عمل جس کے کرنے سے شرک ہوتا ہو اس عمل کو چھوڑنا بھی ایمان کی شرط میں شمار ہوگا ، مثال کے طور پر غیر اللہ کی عبادت جیسا عمل' نواقص ایمان میں سے ہے اسی طرح کسی صنم یا قبر کو سجدہ کرنا ، بلا اکراہ کلمہ کفر ادا کرنے کا عمل کرنا جبکہ اس میں جہالت کا عذر قابل قبول نہ ہو ، اسلام اور اللہ کے اسماء الحسنٰی کا مذاق اڑانا ، اسی طرح ایسی مجلس میں بلا اکراہ بیٹھے رہنا جہاں دین کا مذاق اڑایا جاتا ہو سوائے اس بات کے کہ وہ مذاق اڑانے والوں کو اس کام سے روکتا ہو ، شتم الرسول صلی اللہ علیہ وسلم بالاجماع نواقض اسلام میں سے ہے ، طاغوت سے فیصلہ کرانے کا ارادہ کرنا ۔ غیر

اللہ کے قوانین کو نافذ کرنا یا اسلام کے مقابلے میں قانون سازی کرنا اس طرح کہ ایک سزا اللہ کی حد ہے، اس حد کی بجائے کوئی اور سزا تجویز کرنا، غیر اللہ کے قوانین کو تحفظ فراہم کرنا، مسلمانوں کے خلاف کافروں سے تعاون کرنا یا ان کی قوت میں اضافے کا سبب بننا۔

اسی طرح کوئی شخص اسلام میں اطاعت کا کوئی فعل نہیں کرتا یعنی اس سے عمل کی جنس میں سے کوئی کام باوجود موقعہ ہونے اور صلاحیت ہونے کے نہیں کیا ہوتا اور اس پر کوئی اکراہ اور خوف بھی نہیں ہوتا، اسی طرح جادو کرنا یہ تمام اعمال یا ان میں سے کوئی ایک عمل، نواقض ایمان میں شمار ہوتا ہے۔ ان افعال کے بعد زبان سے ایمان کے اقرار کی کوئی قیمت نہیں رہتی اور یہ افعال مجرد سرزد ہونے سے دائرہ اسلام سے خارج کر دینے والے ہیں خواہ وہ انہیں جائز نہ بھی کہے۔

بنا بریں ان افعال کا ترک کرنا ایمان کی شرط ہے اور ایمان کے ثبوت کے لیے ضروری ہے کوئی شخص غیر اللہ کی عبادت کے ساتھ اللہ کی عبادت بھی کرتا ہو تو یہ اسے دائرہ اسلام سے خارج کرنے میں مانع نہیں ہے۔ سورہ نحل میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿من کفر بالله من بعد ایمانه الاّ من اکره وقلبه مطمئنٌ بالایمان ولکن من شرح بالکفر صدراً فعلیهم غضبٌ من الله ولهم عذابٌ عظیم﴾(سورۃ النحل:106)

ترجمہ: ''جو شخص ایمان لانے کے بعد کفر کرے گا (وہ اگر) مجبور کیا گیا ہو اور دل اس کا ایمان پر مطمئن ہو (تب تو خیر) مگر جس نے دل کی رضامندی سے کفر کو قبول کر لیا اس پر اللہ کا غضب ہے اور ایسے سب لوگوں کے لیے بڑا عذاب ہے۔''

سورہ توبہ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ ولئن سئلتهم لیقولنّ إنّما کنّا نخوض ونلعبقل أبالله وآیاته ورسوله کنتم تستهزئون لاتعتذروا قد کفرتم بعد ایمانکم ﴾(سورۃالتوبة:66)

''اگر ان سے پوچھو کہ تم کیا باتیں کر رہے تھے، تو جھٹ سے کہہ دیں گے ہم تو ہنسی مذاق اور دل لگی کر رہے تھے۔ ان سے کہو'' کیا تمہاری ہنسی دل لگی اللہ اور اس کی آیات اور اس کے رسول ﷺ ہی کے ساتھ تھی؟ اب عذرات نہ تراشو۔ تم نے ایمان لانے کے بعد کفر کیا ہے۔''

اور آیت ۷۴ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ **يحلفون بالله ما قالوا ولقد قالوا كلمة الكفر وكفروا بعد إسلامهم** ﴾(سورة التوبة:74)

''یہ لوگ اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ انہوں نے وہ بات نہیں کہی۔ حالانکہ انہوں نے واقعی کفر کی بات کہی تھی اور (اس طرح) انہوں نے اسلام لانے کے بعد کفر اختیار کیا۔''

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جس نے اپنے ارادے سے بلا اکراہ اللہ یا اس کے رسول کو گالی دی تو وہ دنیاوی اور اخروی لحاظ سے کافر ہے اسی طرح جس نے کلمہ کفر ادا کیا یا اللہ یا اس کی آیات کا مذاق اڑایا تو وہ بھی دنیاوی اور اخروی لحاظ سے کافر ہے۔ یہ ایک ایسی بات ہے کہ یہ دین کے ضروری علوم میں سے ہے اور جہل کا عذر قابل قبول نہیں ہوتا۔ فتاویٰ میں ہی ایک اور جگہ لکھتے ہیں: امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے ان کے بیٹے عبداللہ رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ اگر کوئی شخص یہ جملہ کہے {**يا ابن كذا وكذا أنت ومن خلقك**} ''اے فلاں فلاں کے بیٹے تو بھی اور تیرا خالق بھی'' انہوں نے کہا کہ ایسا شخص مرتد ہے، عبداللہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ کیا آپ اسے قتل کریں گے تو فرمایا ہاں میں اسے قتل کروں گا۔

اللہ کی آیات کا مذاق اڑانا ان اعمال میں سے ایک ہے جس کی تکفیر کتاب اللہ میں کی گئی ہے سورہ نساء کی آیت ۱۴۰ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ **وقد نزل عليكم في الكتاب أن إذا سمعتم آيات الله يكفر بها ويستهزأ بها فلا تقعدوا معهم حتى يخوضوا في حديث غيره إنكم إذا مثلهم** ﴾(سورة النسآء:140)

''اللہ اس کتاب میں تم کو پہلے ہی حکم دے چکا ہے کہ جہاں تم سنو کہ اللہ کی آیات کے خلاف کفر بکا جا رہا ہے اور ان کا مذاق اڑایا جا رہا ہے وہاں نہ بیٹھو جب تک کہ لوگ کسی دوسری بات میں نہ لگ جائیں۔ اب اگر تم ایسا کرتے ہو تو تم بھی انہی کی طرح ہو۔''

مسلمانوں کے خلاف کفار سے تعاون کرنا بھی ایسا عمل ہے جس کی کتاب اللہ میں تکفیر کی گئی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ **يا أيها الذين آمنوا لا تتخذوا اليهود والنصارى أولياء بعضهم أولياء بعض ومن يتولهم منكم فإنه منهم** ﴾(المائدہ::51)

''اے وہ لوگو، جو ایمان لائے ہو، یہودیوں اور عیسائیوں کو اپنا رفیق نہ بناؤ، یہ آپس ہی میں ایک دوسرے کے رفیق ہیں اور اگر تم میں سے کوئی ان کو اپنا رفیق بناتا ہے تو اس کا شمار بھی پھر انہیں میں ہے''

طاغوت سے کفر کرنے کی بجائے اس کے پاس فیصلہ کرانے کا ارادہ کرنا بھی نواقض ایمان میں سے ہے، سورہ نساء میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ ألم تر إلى الذين يزعمون أنهم آمنوا بما أنزل إليک وما أنزل من قبلک يريدون أن يتحاکموا إلى الطاغوت وقد أمروا أن يکفروا به ويريدالشيطان أن يضلهم ضلالاً بعيدا ﴾

(سورةالنسآء:60)

''اے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام تم نے دیکھا نہیں ان لوگوں کو جو دعویٰ تو کرتے ہیں اس کتاب پر جو تمہاری طرف نازل کی گئی ہے اور ان کتابوں پر جو تم سے پہلے نازل کی گئی تھیں، مگر چاہتے یہ ہیں کہ اپنے معاملات کا فیصلہ کرانے کے لیے طاغوت کی طرف رجوع کریں، حالانکہ کہ انہیں طاغوت سے کفر کرنے کا حکم دیا گیا تھا شیطان انہیں بھٹکا کر راہ راست سے بہت دور لے جانا چاہتا ہے۔''

سورہ نساء میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فیصلہ نہ کرانے والوں سے ایمان کی نفی کی گئی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ فلا وربک لا يؤ منون حتى يحکموک فيما شجر بينهم ثمّ لا يجدوا في أنفسهم حرجاً مما قضيت ويسلّموا تسليماً ﴾(سورةالنسآء:65)

''اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے رب کی قسم یہ کبھی مؤمن نہیں ہو سکتے جب تک اپنے باہمی اختلافات میں یہ تم کو فیصلہ کرنے والا نہ مان لیں یا پھر جو تم فیصلہ کرو اس پر اپنے دلوں میں بھی کوئی خفگی نہ محسوس کریں، بلکہ سر بسر تسلیم کر لیں۔''

کتاب تبیان میں ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اپنی ذات مبارکہ کی قسم کھائی ہے اور اس میں شدت پیدا کرنے کے لیے حرف نفی 'لا' سے قسم کی ابتداء کی ہے اس طرح پر زور قسم کے بعد جو بات کہی جارہی ہے وہ یہ ہے کہ تمام انسانوں سے ایمان کی نفی کی جارہی ہے۔ اس وقت تک جب تک وہ اپنے تمام بڑے چھوٹے متنازع امور کا فیصلہ خواہ اصول شریعت سے ہوں یا فروعی مسائل ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فیصلہ

کن شخصیت تسلیم نہیں کر لیا جاتا، بلکہ فیصلہ کن شخصیت تسلیم کر لینے سے بھی ایمان نہیں آتا جب تک دل ان فیصلوں پر مطمئن ہو، انہیں مبنی بر حکمت جانے، اور خوشی خوشی انہیں قبول کرے۔ پھر اس پر مستزاد کوئی اعتراض یا فیصلے کے لیے کہیں اور رخ کرنے کا خیال بھی دل میں نہ آئے تب کہیں جا کر وہ صاحب ایمان کہلائیں گے۔

نماز کا تارک بھی کافر ہے یہی درست اور کتاب وسنت اور اقوال سلف کے موافق بات ہے۔ تارک نماز کو آپ ﷺ نے مشرک اور کافر کہا ہے۔ صحیح ترغیب وترہیب میں عبداللہ بن شفیق رحمہ اللہ فرماتے ہیں محمد ﷺ کے صحابہ نماز چھوڑنے کے علاوہ کسی اور عمل پر کفر کا اطلاق نہیں کرتے تھے۔

صحیح ترغیب وترہیب کے اس اثر میں مذکورہ کفر کی تاویل کفر اصغر سے کرنا کسی طرح بھی درست نہیں ہے۔ اگر ترک نماز بھی عملی گناہوں کی اس صنف سے ہوتا جس کے لیے کفر اصغر کی اصطلاح استعمال ہوتی ہے، کیونکہ ایسے گناہوں کے لیے جن کے لیے کفر اصغر کی اصطلاح استعمال ہو سکتی ہو، اسے صحابہ مطلق کفر سے تعبیر نہیں کیا کرتے تھے بلکہ اس کے لیے کفر اصغر یا کفر دون کفر کی اصطلاح استعمال کرتے تھے، اگر اس فرق کو تسلیم نہ کیا جائے تو پھر ہر گناہ کے لیے کفر بمعنی کفر اصغر کا استعمال درست قرار پائے گا۔ مذکورہ بالا روایت میں بھی کفر کا لفظ مطلقاً استعمال ہوا ہے اور اس سے کفر اکبر ہی مراد ہوتا ہے۔

حنبل رحمہ اللہ، حمیدی رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں، حمیدی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ مجھے بتلایا گیا کہ لوگ ایسے شخص کو صاحب ایمان کہتے ہیں جو فرائض تو ادا نہ کرتا ہو لیکن ان کی فرضیت کا اقرار کرتا ہو(یہ اقرار کرنا ہی اس کے صاحب ایمان ہونے کی دلیل ہے) پر ان لوگوں کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ ایسا شخص جو عمر بھر قبلہ کی مخالف سمت میں نماز ادا کرتا رہے تو وہ بھی مومن رہتا ہے جب تک قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا صریح انکار نہ کر دے۔ امام حمیدی سے ان لوگوں کا حکم پوچھا گیا تو انہوں نے جواب دیا{ **قلت هذا الكفر الصراح** } ''کتاب وسنت اور اہل علم کی رائے کے خلاف یہ عقیدہ 'کفر بواح' ہے'' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ ﴿**وما امروا الا ليعبدوا الله مخلصين له الدين**﴾(البینہ:5)

ترجمہ:'' حالانکہ ان کو یہی حکم دیا گیا تھا کہ خالص اللہ ہی کی عبادت کے خیال سے یکسو ہو کر اس کی عبادت کریں۔''

حنبل رحمہ اللہ کہتے ہیں میں نے ابو عبداللہ بن حنبل رحمہ اللہ (امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ) کو کہتے سنا ہے کہ جو اس قسم کا عقیدہ رکھتا ہے وہ اللہ اور رسول ﷺ کی دعوت کا رد کرنے والا اور اللہ کے ساتھ کفر کرنے والا ہے۔

فتاویٰ ابن تیمیہ میں ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں فرض کرو ایک قوم نبی علیہ اسلام سے جا کر یوں کہتی ہے کہ ہم اس دین پر صدق دل سے ایمان بھی لے آتے ہیں جو آپ ﷺ نے پیش کیا ہے، شہادتین کا زبان سے اقرار بھی کرتے ہیں لیکن اس کے بعد نہ آپ ﷺ کے اوامر میں سے کسی ایک پر عمل کرتے ہیں اور نہ ہی آپ ﷺ نے جن چیزوں سے منع کیا ہے ان سے رکتے ہیں، ہم نماز، روزہ، حج نہیں ادا کرتے، آپس میں ایک دوسرے سے سچ نہیں کہتے، امانت حق دار کو ادا نہیں کرتے، عہد پورا نہیں کرتے، رشتے داروں کے حقوق بھی ادا نہیں کرتے، اور خیر کے کاموں کو سرے سے اختیار ہی نہیں کرتے بلکہ شراب نوشی کریں گے، محارم رشتہ داروں سے بدفعلی کریں گے، آپ ﷺ کے ساتھیوں اور آپ ﷺ کی امت میں سے جو قابو آئے گا اسے قتل بھی کریں گے، ان کے اموال لوٹیں گے، خود آپ ﷺ بھی ہماری تلوار سے محفوظ نہیں رہ پائیں گے علاوہ ازیں ہم مسلمانوں کے مقابلے میں ان کے مخالف برسرِ پیکار گروہ میں شامل ہو کر جنگ کریں گے۔ امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اس فرضی حکایت کے بعد فرماتے ہیں:۔ کیا دنیا کا کوئی ہوش مند شخص اس کا یہ جواب دے سکتا ہے کہ اس قوم سے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمائیں گے کہ تم اس کے باوجود پکے مومن ہو، کیونکہ تم نے زبان سے شہادتین کا اقرار کیا ہے اور دل میں اس کی تصدیق کی ہے۔ اب روز قیامت میں تمہارے حق میں شفاعت بھی کروں گا، اور یہ امید بھی رکھی جائے گی کہ تم میں سے کوئی دوزخ میں بھی داخل نہیں ہوگا۔ یقیناً مسلمانوں میں سے ہر شخص اس کا یہ جواب دے گا کہ نبی علیہ السلام ان سے کہیں گے کہ تم دنیا کے سب سے بڑے کافر ہو، اور اگر انہوں نے اس کی فوری تلافی کرتے ہوئے توبہ نہ کی تو ان کی گردنیں اڑا دیں گے۔ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول یہاں ختم ہوتا ہے۔

توحید باری تعالیٰ کو ثابت کرنے والے اعمال کے متعلق محمد بن عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں؛ اس بات میں کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا کہ توحید کا اعتبار دل، زبان اور عمل کے ذریعے ہوگا، ان تین میں سے کوئی ایک بھی رہ جاتا ہے تو وہ دائرہ اسلام میں داخل نہیں ہوگا، توحید کی معرفت کے ساتھ اگر وہ توحید پر عمل پیرا نہیں ہوتا تو وہ بدستور کافر گنا جائے گا بالکل اسی طرح جیسے ابلیس اور فرعون کو توحید کی معرفت نے بدترین کفر سے نہیں نکالا تھا اسی طرح توحید پر عمل پیرا نہ ہونے والا باوجود توحید کی معرفت کے کافر ہی رہے گا۔ اگر توحید پر بظاہر عمل کرتا ہے، لیکن نہ توحید کا فہم رکھتا ہے اور نہ دل میں اعتقاد تو ایسا شخص منافق ہے اور منافق، کافر سے بھی بدتر ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

﴿ان المنافقين في الدرك الأسفل من النار﴾ (سورۃالنساء:145) ''یقین جانو کہ منافق جہنم کے

سب سے نیچے طبقے میں جائیں گے۔''

مذکورہ بالا بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ توحید پر دلالت کرنے والے اعمال ایمان کی شرط ہیں یعنی شرک سے اجتناب کرنا اور توحید کے ثبوت کے لیے نماز ادا کرنا، ایمان کی شروط ہیں اگر یہ اعمال نہیں ہیں تو ایمان بھی نہیں ہے ،توحید کے متقاضی اعمال کے علاوہ دیگر اعمال ایمان کو یکے بعد دیگرے مکمل کرتے چلے جاتے ہیں،ان اعمال کے کرنے سے ایمان بڑھتا ہے اور ان اعمال میں کمی کرنے سے اس کے بقدر گھٹتا ہے،جیسا کہ سورہ انفال میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے؛

﴿وإذا تليت عليهم آياته زادتهم ايمانا ﴾(سورةالانفال:2)

ترجمہ:''اور جب ان پر ہماری آیات پڑھی جاتی ہیں تو ان وہ ان کے ایمان کو بڑھا دیتی ہیں۔''

اسی طرح سورۃ توبہ میں فرمایا:

﴿وإذا ما أنزلت سورة فمنهم من يقول أيّكم زادته هذه إيماناً فأمّا الّذين آمنوا فزادتهم إيماناً وهم يستبشرون﴾(التوبة:124)

''جب کوئی نئی سورت نازل ہوتی ہے تو ان میں سے بعض لوگ (مذاق کے طور پر مسلمانوں سے) پوچھتے ہیں کہ'' کہو تم میں سے کس کے ایمان میں اس سے اضافہ ہوا؟ (اس کا جواب یہ ہے کہ) جو لوگ ایمان لائے ہیں ان کے ایمان میں تو فی الواقع (ہر نازل ہونے والی سورت نے) اضافہ ہی کیا ہے اور وہ اس سے دل شاد ہیں۔''

سنن ابن ماجہ میں جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں؛ ہم نے لڑکپن میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت پائی تھی، ہمارا طریقہ یہ ہوا کرتا تھا کہ ہم قرآن سیکھنے سے پہلے ایمان سیکھتے، پھر ایمان کے بعد جب قرآن سیکھتے تو ہمارا ایمان اور بڑھ جاتا۔

دوسری روایت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی ہے جس میں ایمان کے گھٹنے اور بڑھنے کو باقاعدہ عرب میں رائج اوزان کی مطابقت سے بتلایا گیا ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ اہل ایمان میں سے جو لوگ دوزخ میں ہوں گے ان سے اللہ تعالیٰ دوزخ سے نکالنے کے بعد فرمائے گا کہ وہ جن کو دوزخ میں مومن پاتے تھے انہیں دوزخ سے نکالیں،نکالو خواہ اس کے دل میں ایک دینار کے وزن کے برابر ایمان ہے،پھر فرمائے گا،جس کے

دل میں نصف دینار کے وزن کے برابر ایمان ہے اسے بھی دوزخ سے نکالو اور رب کریم اسی طرح وزن کو گھٹاتے جائیں گے یہاں تک کہ جس کے دل میں ذرے کے برابر ایمان ہو گا اسے بھی دوزخ سے نکالا جائے گا، ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جو شخص اسے سچ نہیں مانتا تو اسے یہ آیت پڑھ کر سناؤ۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿إنّ الله لا يظلم مثقال ذرة وإن تک حسنة يضاعفها و يؤت من لدنه أجراً عظيماً﴾

(النساء :40)

''اللہ کسی پر ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا اگر کوئی ایک نیکی کرتا ہو تو وہ اسے دوچند کر دیتا ہے اور پھر اپنی طرف سے بڑا اجر عطاء کرتا ہے۔''

یہ اوزان گناہ گار مومنین کے ہیں جنہیں شفاعت نصیب ہوگی، صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین پر یہ بات بالکل عیاں تھی کہ ایمان گھٹتا اور بڑھتا ہے، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا، کیا صحابہ ہنس دیا کرتے تھے۔ تو انہوں نے فرمایا، ہاں اور ایمان ان کے دلوں میں مانند پہاڑوں کے ہوا کرتا تھا۔

یہاں ایک اور ضمنی مسئلے کی وضاحت کر دینا بھی ضروری ہے کہ اگر اعمال کو ایمان کہا جاتا ہے اور اسلام سے بھی اعمال مراد ہوتے ہیں تو پھر ایمان اور اسلام ہم معنی ہیں اور ان میں کوئی معنوی فرق نہیں۔ اگلی سطور میں ہم اسی فرق کو تفصیل سے بیان کریں گے

ایمان اور اسلام میں فرق:

علمی نصوص اور اہل علم کے اقوال کا خلاصہ یہ ہے کہ ایمان سے بعض دفعہ اسلام کے علاوہ ایک معنی مراد ہوتا ہے اور اسلام بھی کتاب وسنت میں بہت سارے مقامات پر ایمان کے علاوہ دوسرے معانی پر دلالت کرتا ہے، لیکن کتاب وسنت میں ایسے مقامات بھی بے شمار ہیں جہاں ایمان میں اسلام متضمن ہوتا ہے اور ایسے مقامات بھی بکثرت ہیں جہاں اسلام کا معنی ایمان کو شامل کیے ہوتا ہے، اس کی مثالیں ہم اگلی سطور میں پیش کرتے ہیں۔

کتاب وسنت میں ایمان اور اسلام کی اصطلاحات کا الگ الگ استعمال جہاں ایمان اور اسلام ایک ساتھ استعمال ہوں وہاں ایمان سے مراد دل کا اعتقاد اور دل کے اعمال (محبت، وارفتگی، خشیت، امید، یقین) مراد ہوتے ہیں اور اسلام سے بدنی عبادات مراد ہوتی ہیں اس کی مثال حدیث جبریل ہے جس میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایمان کی بابت جواب دیا کہ ایمان یہ ہے کہ اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی نازل کردہ کتابوں پر، اس کے رسولوں پر، روز آخرت پر اور اچھی تقدیر یا بری

تقدیر کے برپا ہونے پر کامل ایمان رکھنا جبکہ اسلام کی بابت آپ ﷺ نے جواب دیا کہ لا الہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ کی گواہی دینا، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، رمضان کے روزے رکھنا اور صاحب استطاعت ہونے پر بیت اللہ کا حج کرنا۔ یہ حدیث امام مسلم نے بیان کی ہے۔ نیند کی دعاؤں میں سے ایک دعاء کے الفاظ میں بھی ایمان اور اسلام الگ الگ معنوں میں استعمال ہوئے ہیں دعاء کے الفاظ یہ ہیں۔

{اللھم من احییتہ منا فا حیہ علی الاسلام } ''اے ہمارے پروردگار، تو علی الصبح ہم میں سے جسے بھی بیدار کرے، تو اسے اسلام پر بیدار کرنا اور'' {من تو فیۃ منا فتو فہ علی الایمان} ''جسے موت سے ہم کنار کرنا ہو اسے ایمان پر موت دینا۔''

جامع العلوم میں امام ابن رجب رحمۃ اللہ علیہ اس دعا میں اسلام اور ایمان کے اس فرق کے لطیف پہلو بتلاتے ہوئے فرماتے ہیں کہ انسان بیدار ہو کر بدنی عبادات سے اللہ کو راضی کرتا ہے اس لیے دعا میں آپ ﷺ نے التجا کی کہ بیداری اسلام پر ہو یعنی بدنی عبادات کی توفیق کے ساتھ اور مرنے والا دل کی تصدیق ہی لے کر قبر میں جاتا ہے بدنی عبادت اس سے متوقع نہیں، اس لیے حالت بیداری میں اسلام کی توفیق اور موت کی صورت میں تصدیق کی توفیق مانگی جاتی ہے۔

دوسری جگہ صحیح بخاری میں مسلمان کی تعریف کرتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا؛ جس نے ہماری طرح نماز پڑھی، ہمارے قبلہ کو اپنا قبلہ بنایا اور ہمارے ذبیحہ کو کھایا، تو تمہارے لیے وہ مسلمان ہے۔ یہاں تینوں بدنی اعمال ہیں اور ان اعمال کے لیے اسلام کی اصطلاح استعمال ہوئی ہے کیونکہ اسلام پر چلنے والے کو مسلمان کہتے ہیں اور حدیث میں بھی یہ الفاظ استعمال ہوتے ہیں ''ذالکم المسلم'' یہ تمہارے لیے مسلمان ہے۔ کسی شخص نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ مسلمانوں میں سب سے بہتر کون ہے آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان بسلامت رہیں، یہ بدنی اعمال ہیں جبکہ مومن کے بارے میں آپ ﷺ سے پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا جس سے لوگ اپنی جان و مال کو امان میں پائیں، یہاں ایمان کا محل دل ہے اور ظاہر ہے کہ امن (دل کا اطمینان) کا محل دل ہے، یہاں بھی اسلام ظاہری اعمال اور ایمان سے باطنی اعتقاد (عمل) مراد لیا گیا ہے۔

عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے پوچھا ما الاسلام ؟ اسلام کسے کہتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا {اطعام الطعام و لین الکلام} ''عمدہ طریقے سے کھانا کھلانا اور گفتگو میں نرم روی اختیار کرنا''

'پوچھا فماالایمان ؟ (اگر یہ اسلام ہے تو پھر) ایمان کیا ہوتا ہے؟ فرمایا {السماحة و الصبر} کشادہ روی اور صبر۔''

کھانا کھلانا اور زبان سے کلام کرنا، اعضاء کے افعال ہیں اس لیے انہیں اسلام میں ذکر کیا گیا ہے، جبکہ رحم دلی اور صبر کا محل انسان کا باطن ہے۔اس لئے رحم دلی اور صبر کا ذکر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایمان میں کیا ہے۔

صحیح بخاری اور مسلم کی روایت ہے ''تم میں سے کوئی اس وقت تک صاحب ایمان نہیں بنتا جب تک اپنے بھائی کے لیے اسی چیز کو پسند نہ کرے جو وہ خود اپنے لیے پسند کرتا ہے۔اسی طرح تم میں سے کوئی اس وقت تک صاحب ایمان نہیں ہے جب تک میری ذات اسے کل جہان اور اپنے ماں باپ اور آل اولاد سے عزیز تر نہیں ہو جاتی ،ایک اور مقام پر ایمان کی مٹھاس کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا تین چیزیں جب ایک ساتھ کسی کے اندر پائی جائیں تو اسے ایمان کا مزہ آ جائے گا، اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے بڑھ کر اسے کسی اور سے محبت نہ ہو، پھر دوسرے شخص سے وہ صرف اللہ کی محبت کی وجہ سے محبت رکھتا ہو، نیز اسے کفر میں پڑنے سے اتنی شدید نفرت ہو جتنی آگ میں جل جانے سے انسان نفرت کرتا ہے۔

مذکورہ بالا تمام باتیں شعور اور دل کی کیفیات ہیں اسی لیے ان کا ذکر ایمان کے تحت کیا گیا ہے۔

ایمان اور اسلام کا دو معنی استعمال' جس میں جب ایمان کا لفظ بولا جائے تو اسلام بھی شامل ہو اور جب اسلام کا لفظ بولا جائے تو اس میں ایمان بھی شامل ہو:

وہ نصوص جن میں اسلام کا لفظ بول کر ظاہری اعمال اور دلی اعتقادات یا باطنی اعمال دونوں مراد لیے گئے ہیں سورہ آل عمران میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

﴿ انّ الدین عند الله الاسلام ﴾ (آل عمران:19)

''بیشک اسلام ہی اللہ کے نزدیک دین حق ہے۔''

اس آیت میں اللہ تعالی فرماتا ہے کہ اس کے ہاں جس دین کو شرف قبولیت حاصل ہے وہ اسلام ہے اور ظاہر ہے یہاں اسلام میں ایمان (یعنی ایمان باللہ' ایمان بالملائکہ اور ایمان بالرسل وغیرہ) بھی شامل ہے۔اگر اس آیت میں ایمان کے مشمولات کو نہ سمجھا جائے تو پھر یہ منافقین کا دین بن جائے گا جو ظاہر میں اسلام پر چلتے ہیں لیکن باطن میں ایمان نہیں رکھتے اور ظاہر ہے یہ دین اللہ کے ہاں کوئی قدر و منزلت نہیں رکھتا۔

سورہ ذاریات میں فرمایا ۔

﴿فأخرجنا من کان فیها من المؤمنین فما وجدنا فیها غیر بیت من المسلمین﴾(ذاریات :36)

'' پھر ہم نے ان سب لوگوں کو نکال لیا جو اس بستی میں مؤمن تھے، اور وہاں ہم نے ایک گھر کے سوا مسلمانوں کا کوئی گھر نہ پایا۔''

اس آیت میں مومن اور مسلم ایک دوسرے کے مترادف کے طور پر لائے گئے ہیں، بنا بریں جب مومن کہا گیا ہے تو وہاں مسلم کا معنی بھی موجود ہے اور جہاں مسلم کہا گیا ہے وہاں مومن کا معنی بھی پایا جاتا ہے۔

اسی طرح قبرستان میں داخل ہونے کی دعاء میں یہ الفاظ ہیں۔{السلام علی اهل الدیار من المؤمنین والمسلمین...... } ''کہ مومن اور مسلم اھل دیار پر سلامتی ہو۔''

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں 'المسلمین' کے معنی ہیں المؤمنین بھی پایا جاتا ہے اور یہاں لفظ مسلم میں اسلام اور ایمان دونوں پائے جاتے ہیں کیونکہ اگر 'المسلمین' میں ایمان کا معنی مراد نہ ہو تو پھر ایمان کی بجائے نفاق ہونا لازم آئے گا اور از روئے شریعت منافق پر سلام اور رحمت کی دعا ممنوع ہے۔لہٰذا یہاں اسلام میں ایمان کا معنی بھی موجود ہے۔اھ

ایک اور جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایمان کی تعریف میں وہ سارے فرائض بتلا دیے جو ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی اسلام کی تعریف میں شمار کئے تھے۔

عبدالقیس کے وفد سے آپ نے پوچھا {أ تدرون ما الایمان بالله وحده } '' کیا تم جانتے ہو کہ ایمان باللہ سے کیا مراد ہے۔عبدالقیس کے وفد نے کہا کہ اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لا الہ الّا اللہ کی گواہی دینا اور اس بات کی گواہی دینا کہ محمد اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، ماہ رمضان کے روزے رکھنا اور غنیمت کا پانچواں حصہ (بیت المال) میں جمع کرنا۔''

اِس حدیث مبارکہ میں ایمان کی تفسیر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کے فرائض پورے کرنے سے کی ہے' لہٰذا یہاں بھی ایمان میں اسلام کا معنی موجود ہے۔

مسند احمد میں عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسلام کی بابت پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسلام یہ ہے کہ ایک تو تم اپنے دل (اپنی خواہشات) کو اللہ تبارک وتعالیٰ کے سپرد کر دو، دوسرا مسلمان تمہارے ہاتھ اور زبان (کی ایذا رسانیوں) سے محفوظ رہیں، اس شخص نے دوسرا سوال یہ کیا کہ ای الإسلام

افضل ،اسلام میں افضل ترین کام کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ایمان سب سے افضل ترین کام ہے۔سائل نے پوچھا کہ ایمان سے کیا مراد ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ تو ایمان لائے اللہ پر، اُس کے فرشتوں پر، اُس کی کتابوں پر، اُس کے رسولوں پر اور موت کے بعد دوبارہ جی اُٹھنے پر، سائل نے پوچھا ایمان میں افضل ترین کام کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہجرت کرنا، سائل نے پوچھا ہجرت سے کیا مراد ہے؟ فرمایا بُرائی کو چھوڑنا، اُس نے پوچھا ہجرت میں افضل ترین کام کیا ہے۔آپ نے فرمایا جہاد۔

اس حدیث میں آپ ﷺ نے اسلام میں ایمان کو اور ایمان میں اسلام کو متعدد جگہوں میں جمع کیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ افضل ترین اسلام، ایمان ہے پھر ایمان میں ظاہری اعمال میں سے ہجرت اور جہاد جیسے اعمال کو شامل کیا۔

ایک اور مقام پر آپ ﷺ نے مسلم کا لفظ اس طرح استعمال کیا ہے کہ اگر وہاں مومن کا معنی نہ لیا جائے تو آپ ﷺ کی دی ہوئی بشارت پوری نہیں ہوتی۔ صحیح بخاری میں آپ ﷺ نے فرمایا: { **لا يدخل الجنة إلا نفس مسلمة** } جنت میں مسلم جان کے علاوہ کوئی اور داخل نہیں ہو پائے گا۔

ظاہر ہے یہاں ایسا مسلم مراد نہیں ہے جو مومن نہ ہو' کیونکہ دوسری صورت منافق کی ہے' اور منافق جنت تو کیا دوزخ کے بھی ادنی ترین درجے میں ہوگا۔مزید برآں ایک اور حدیث میں آپ ﷺ نے مسلم کی بجائے مومن کا لفظ استعمال کیا ہے۔آپ ﷺ نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ لوگوں میں جا کر اعلان کر دیجئے کہ جنت میں مومن کے علاوہ کوئی اور داخل نہیں ہو پائے گا۔حدیث مبارکہ کے الفاظ ہیں:

{ **إنه لا يدخل الجنة إلا المومنون** } **(صحيح مسلم)**

اسی طرح ابوداؤد کی روایت ہے { **يا ابن عوف اركب فرسک ثم ناد: إن الجنة لا تحل إلا لمؤمن** }
''ابن عوف! سوار ہو جایئے اور اعلان کر دیجئے کہ جنت مومن کے علاوہ کسی اور کے لئے حلال نہیں ہے۔''

یہاں ہم ایک بات کی وضاحت ضروری سمجھتے ہیں کہ کیا کسی شخص کو متعین کر کے یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ مومن ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ کسی شخص کے مومن ہونے کی گواہی نہیں دی جا سکتی سوائے ان ہستیوں کے جو ہمیں اللہ کی طرف سے نبی آخر الزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بتلا دی ہیں۔اس کی وجہ یہ ہے کہ ایمان کا تعلق دل سے ہے اور دلوں کے احوال وہی ذات جانتی ہے جو عالم الغیب ہے۔بنابریں کسی شخص کے متعین طور پر اہل جنت میں سے ہونے کی گواہی بھی نہیں دی جا سکتی سوائے ان شخصیات کے جن کی گواہی خود اللہ تبارک وتعالیٰ نے دے دی ہے۔

البتہ کسی شخص کو متعین طور پر مسلمان کہنا بالکل درست اور جائز ہے اور اس کی گواہی دینا بھی جائز اور مشروع ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جس نے ہماری طرح نماز پڑھی، ہمارے قبلے کو اپنا قبلہ بنایا اور ہمارے ذبیحہ کو کھایا تو وہ تمہارے لئے مسلمان ہے یعنی ہم اس کے مسلمان ہونے کی گواہی دیں گے''۔

دین اسلام میں سب سے اہم اور بنیادی چیز ایمان ہے لیکن صحابہ کے زمانے سے ہی ایمان کی تعریف میں الجھنیں پیدا ہو گئی تھیں۔ جن کی صحابہ کرام نے بھی اصلاح فرمائی اور ان کے بعد آنے والے خیر القرون کے ائمہ کرام بھی صحابہ کرام کے منہاج پر کاربند رہے۔ ہم نے ایمان اور اسلام پر مفصل گفتگو کی ہے تاکہ ان دونوں بنیادی اصطلاحات میں کوئی ابہام نہ رہ جائے۔

گزشتہ صفحات میں جن شرعی اصطلاحات پر بات کی گئی ہے اس کا مطمع نظر یہی ہے کہ مسلمان شرح صدر کے ساتھ کم از کم دین کی بنیادی باتوں سے بہت حد تک آگاہ ہوں۔ امید ہے کہ عام مسلمانوں کے ساتھ ساتھ علمائے کرام بھی اس مضمون سے استفادہ کریں گے اور اپنے وعظ اور خطبوں میں ان اصطلاحات کو مزید شرح وبسط اور امثلہ سے بیان کر کے مسلمانوں کے دلوں میں راسخ کریں گے۔

وما توفیقی إلا باللہ

حواشی

❶ مذہب ارجاء مسلم اکثریت والے ممالک میں اس طرح رچ بس گیا ہے کہ اگر کسی عورت کا خاوند شریعت کی رو سے کافر اور مرتد ہو جاتا ہے تو اِن مسلم اکثریت والے معاشروں میں اُس عورت کی علیحدگی تو کیا کرائی جائے گی، اگر وہ عورت اپنے ایمان کو بچانے کیلئے خود ہی علیحدگی کا مطالبہ کرے، تو اُسے احمق اور متشدد کہا جاتا ہے اور کئی ممالک میں تو اُسے قانونی طور پر قید و بند کی سزا بھی دی جاتی ہے۔

ہمارے دور میں مذہب ارجاء صرف نظریاتی بحثوں میں محصور نہیں ہے۔ اگر یہ صورت ہوتی تو ہمیں اس کے رد کے لئے اِس قدر محنت شاقہ کی ضرورت نہ ہوتی، مگر واقعہ یہ ہے کہ اسلامی معاشروں میں یہ مذہب عملی زندگی میں اس طرح سرایت کر گیا ہے کہ شاید ہی کوئی گوشہ اس کی زد سے محفوظ رہ گیا ہو۔

اس مذہب کے رائج ہونے سے اُمت مسلمہ جو بڑے بڑے نقصان اٹھا رہی ہے اُن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ایک مذہبی آدمی بھی طاغوتی حکمرانوں کے اُن کاموں میں ملازمت اختیار کرنا جائز سمجھتا ہے جن کی رو سے اُسے کافر قابض فوج کے خلاف برسرِپیکار مجاہدین کی جاسوسی کرنا پڑتی ہے یا مخبری کرنا پڑتی ہے یا کفار کی آرام گاہوں یا دفتروں کی چوکیداری کرنا پڑتی ہے۔ جدید مذہب ارجاء کے بانیوں نے ان تمام غیر شرعی ملازمتوں کو اس دلیل پر جائز قرار دیا ہوا ہے کہ ایک مرتبہ کلمہ پڑھنے کے بعد حکمران کسی صورت میں کافر نہیں ہو سکتے خواہ وہ اشترا کی ہو جائیں یا ملحد!

(۲) سورہ مائدہ (آیات: ۴۴، ۴۵، ۴۷) میں اللہ کے قانون کے مطابق فیصلہ نہ کرنے والوں کے لئے آخری سطح کی وعیدان الفاظ میں بتلائی گئی ہے:

﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ أَنْزَلَ اللّٰهُ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ﴾ (المائدة: 44)

''جو لوگ اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہ کریں تو وہی پکے کافر ہیں''۔

﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ أَنْزَلَ اللّٰهُ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾ (المائدة: 45)

''جو لوگ اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہ کریں تو وہی پکے ظالم ہیں''

﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ أَنْزَلَ اللّٰهُ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ﴾ (المائدة: 47)

" جولوگ اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہ کریں تو وہی پکے فاسق ہیں"۔

مذکورہ بالا آیات مبارکہ کا شان نزول بیان کرنے کے بعد ہم عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی تفسیر جو ان آیات کی بابت کتب تفسیر میں مذکور ہے' کا مصداق بیان کریں گے کیونکہ اہل ارجاء ابن عباس رضی اللہ عنہ کی تفسیر سے ہی غیر اللہ کے دستور کو مسلم رعایا پر نافذ کرنے والے حکمرانوں کے لئے اسلام کا حکم برقرار رکھتے ہیں اور اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہ کرنے والوں پر محض گناہ گار ہونے کا حکم لگاتے ہیں.

آیات مبارکہ کا شان نزول: ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں' بخدا یہ آیات یہودیوں کے دو باہم مخالف گروہوں کے متعلق نازل ہوئی تھیں اور وہی دو گروہ اس سے مراد ہیں (ہاں البتہ جہاں مسلمانوں میں سے) کوئی اللہ کے نازل کردہ قانون کا جب تک صریح انکار نہ کردے وہ کافر نہیں ہوتا۔

براء بن عازب، حذیفة بن یمان ' ابن عباس 'ابو مجلز ' ابو رجاء عطاری ' عکرمة 'عبیداللہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہم اور **حسن بصری** رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کہتے ہیں کہ یہ آیات اہل کتاب کے لئے نازل ہوئی تھیں' حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اس قول میں ان الفاظ کا اضافہ بھی کیا کرتے تھے **'وھی علینا واجبة'** یہ آیات ہمارے اوپر بھی منطبق ہوتی ہیں (اگر ہم اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہ کریں)

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ 'منصور رحمۃ اللہ علیہ سے اور وہ ابراہیم سے بیان کرتے ہیں' یہ آیات اگرچہ بنی اسرائیل کے متعلق نازل ہوئی تھیں مگر اللہ تعالیٰ اس امت کے لئے بھی یہی بات پسند کرتا ہے (کہ وہ اس کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ کریں) طبری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں اسی قول کو اختیار کیا ہے جسے حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں ان الفاظ میں بیان کیا ہے 'ان آیات سے مراد اہل کتاب ہیں' یا وہ سب لوگ جو کتاب اللہ کے احکام کا صریحاً انکار کرتے ہیں'

آیات مبارکہ کے شان نزول سے مندرجہ ذیل امور مستنبط ہوتے ہیں۔

1. یہ آیات اہل کتاب کے ان لوگوں کے متعلق نازل ہوئی تھیں جو اللہ کے نازل کردہ قانون کو ترک کرنے کی وجہ سے کافر قرار پائے تھے' لیکن آیات کے عموم میں ہر وہ شخص یا گروہ بھی شامل ہے جو ایسے فعل کا ارتکاب کرے یا اللہ کے قانون کو تبدیل کرنے کی جرأت کرے.

2. **اھل سنت والجماعة** کا یہ مسلمہ قاعدہ ہے کہ شریعت کے الفاظ سے ظاہری معانی مراد ہوتے ہیں' بنا بریں

کفر، ظلم اور فسق جب مطلقاً استعمال ہوں تو ان سے کفرِ اکبر، ظلمِ اکبر اور فسقِ اکبر ہی مراد ہوتا ہے. البتہ دوسرے قرائن یا سیاق وسباق جب اس بات کے متقاضی ہوں کہ ان اصطلاحات سے حقیقی معانی مراد نہیں ہیں، تو اس صورت میں ان اصطلاحات سے کفرِ اصغر، ظلمِ اصغر اور فسقِ اصغر مراد لیا جائے گا.

اہل سنت کے اصول کے برعکس ماضی کے اور معاصر اہل ارجاء کا یہ طریقہ ہے کہ وہ اِن اصطلاحات کا اطلاق پہلے کفرِ اصغر، ظلمِ اصغر اور فسقِ اصغر پر کرتے ہیں اور اگر ان کی من گھڑت شرائط پوری ہو جائیں تو پھر اِن اصطلاحات سے حقیقی مراد لیتے ہیں۔

اللہ کے قانون کے مطابق فیصلہ نہ کرنے والوں کے متعلق سورۃ مائدۃ کی یہ آیات اہل کتاب کے اس گروہ کے متعلق نازل ہوئی تھیں جنہوں نے اللہ کے قانون کو تبدیل کر کے اس کا انکار کیا تھا، اس لئے یہاں کفر، ظلم اور فسق اپنے حقیقی معنی میں ہی استعمال ہوئے ہیں اور اس سے کفرِ اصغر، ظلمِ اصغر اور فسقِ اصغر مراد لینا بالکل غلط ہے.

3. مسلمانوں پر ان آیات کا اطلاق زیر بحث واقعہ کی روشنی میں کیا جائے گا. اگر اللہ کے قانون کے مطابق فیصلہ نہ کرنے کا سبب، اعراض ہو (اللہ کے قانون کو سرے سے اہمیت ہی نہ دینا) یا قانون کو تبدیل کیا گیا ہو یا سرے سے انکار کر دیا گیا ہو، تو پھر اس صورت میں ان کا وہی حکم ہے جو اہل کتاب کے اس گروہ کا حکم ہے جو اللہ کے قانون کو ترک کرنے کی وجہ سے کافر قرار پائے تھے. کفرِ اکبر، ظلمِ اکبر اور فسقِ اکبر کے لئے یہ شرط نہیں ہوگی کہ وہ آلہء نطق (زبان) سے اس انکار کا اظہار بھی کریں، زبان سے صراحت کی ضرورت اُس وقت ہوتی ہے جب کسی فعل میں اشتباہ کا امکان ہو، جب لسان حال سے ایک حقیقت کھل کر سامنے آئی ہو تو وہاں زبانی جمع خرچ کوئی اہمیت نہیں رکھتا.

ہاں اگر فی الواقع حکمران اللہ کے قانون پر چلتے ہوں اور وہی نافذ العمل دستور اور غیر متنازع ریفرنس ہو، اُسی کو نافذ کرنا اور اُسی سے استدلال لینا ہی حکمرانوں کا وطیرہ ہو، ملک کے طول وعرض میں اللہ کی اتاری ہوئی شریعت ہی اصل نافذ شدہ قانون ہو لیکن اگر کبھی کوئی حاکم دنیا کی محبت یا نفس کے میلان یا لالچ کی وجہ سے ایک ایسا فیصلہ کر دیتا ہے جو اللہ کے قانون کے مطابق نہیں ہوتا تو اس صورت میں اُس پر کفرِ اکبر، ظلمِ اکبر اور فسقِ اکبر کا حکم نہیں لگایا جائے گا بلکہ ایسا حاکم یا قاضی کفر دونَ کفر کا مرتکب قرار دیا جائے گا۔ اس وضاحت کے بعد عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی تفسیر کا محل بالکل واضح ہو جاتا ہے. عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ قول اس مکالمہ سے ماخوذ ہے جو ان کے اور خوارج کے درمیان ہوا تھا. بنو اُمیہ کی خلافت کیونکہ بلامشورہ قائم ہوئی تھی اور شورائی طریقہ انتخاب کی بجائے وراثتی طریقہ انتخاب سے مسلمانوں پر خلیفہ مقرر کر دیا جاتا تھا، خوارج اِس وراثتی طریقہ انتخاب کو اللہ کے قانون کی خلاف ورزی قرار دے کر حکمرانوں کی

تکفیر کرتے تھے۔ جبکہ اہل سنت والجماعت نبی علیہ السلام کے اس فرمان پر عمل کرتے تھے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا تھا **أول ما یفقد من الدین الحکم** کہ ''دین میں سب سے پہلے اسلامی نظامِ سیاست تبدیل ہوگا'' آپ ﷺ نے فرمایا: **اول من یغیر سنتی رجل من بنی اُمیہ** کہ ''میرے طریقے کو سب سے پہلے بنوامیہ کا ایک شخص تبدیل کرے گا.''

اہل سنت کے ائمہ کرام نے ان احادیث کا اطلاق شورائی طریقہ انتخاب کی بجائے وراثتی طریقہ انتخاب پر کیا ہے' یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام نے شورائی طریقہ کو چھوڑنے کے باوجود امیر معاویہ اور بنوامیہ کے دوسرے خلفاء کی کبھی تکفیر نہیں کی.

ابن عباس رضی اللہ عنہ کا خوارج سے یہ فرمایا کہ کفر دون کفر اور یہ کفرِ اصغر ہے یا **لیس بالکفر الذی تذھبون الیـــــہ** ' یہ وہ کفر نہیں جو تم مراد لے رہے ہو' اس تناظر میں ہے کہ مسلمانوں کے وہ حکمران جو دین اسلام کو نافذ کرنے والے ہوں اور پھر کسی ایک قانون یا چند قوانین میں ذاتی اغراض یا حُب جاہ کی وجہ سے اللہ کے اتارے ہوئے قانون کی مخالفت کریں تو وہ اس کفر کے مرتکب قرار نہیں دیئے جائیں گے جس سے انسان دائرہ اسلام سے ہی خارج ہو جاتا ہے.

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی تفسیر کی حقیقت جاننے کے بعد معاصر حکمرانوں کے لئے وہی حکم لگانا جو بنوامیہ کا حکم تھا صریحاً ناانصافی اور ڈھٹائی ہوگی

(۳) یوں تو کفر کی ہر قسم ہی اسلام کی ضد ہے مگر پھر بھی کفر کی چند اقسام ہیں، جن کا جان لینا نہایت ضروری ہے

1. **کفرعناد:** جس شخص کے کفر کا سبب عناد (جان بوجھ کر حق کا انکار کرنا) ہو' عموماً وہ حق کو جاننے کے بعد عناد کی وجہ سے کفر کرتا ہے۔اس کی مثال نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے چچا ابوطالب کی ہے، وہ حق کو پہچاننے کے باوجود عناد کی وجہ سے اسلام لانے سے انکار کرتا رہا تھا۔

2. **کفرِ انکار** :یہ ہے کہ آدمی دِل اور زبان سے خالق کائنات' روز قیامت اور رسولوں کا انکار کرتا ہو، اشترا کی اور دہریے کے کفر کی نوعیت کفر انکار کی قسم سے ہے۔

3. **نخوت اور تکبر** : کی وجہ سے جو کفر کیا جاتا ہے وہ کفر عناد کی ہی ایک شکل ہے مگر اس میں سرکشی کی وجہ کوئی نسلی یا نفسیاتی گھمنڈ ہوتا ہے۔ابلیس لعین کے کفر کی وجہ یہی گھمنڈ اور تکبر بنا تھا۔انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ایمان لانے میں غریب فقراء اور غلام بھی ہوا کرتے تھے، معاشرے کے اشرافی طبقہ سے تعلق رکھنے والے امیر لوگ ان کی وجہ سے ایمان نہیں

لاتے تھے اور یہ مطالبہ کرتے تھے کہ آپ ﷺ پہلے اپنی مجلس سے دوسرے درجے کے لوگوں کو نکال باہر کریں تو پھر وہ آپ ﷺ کی بات سننے اور ماننے پر آمادہ ہو سکتے ہیں۔ سورہ شعراء آیت ۱۱۱۔۱۱۴ میں ان لوگوں کے مطالبے کو رد کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ قَالُوٓا أَنُؤْمِنُ لَكَ وَاتَّبَعَكَ الْأَرْذَلُونَ ‘ قَالَ وَمَا عِلْمِي بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ‘ إِنْ حِسَابُهُمْ إِلَّا عَلَىٰ رَبِّي لَوْ تَشْعُرُونَ ‘ وَمَآ أَنَا بِطَارِدِ الْمُؤْمِنِينَ ﴾ (الشعراء:114-111) ”وہ بولے کہ کیا ہم تم کو مان لیں اور تمہارے پیرو تو رذیل لوگ ہوئے ہیں (نوح نے) کہا کہ مجھے کیا معلوم کہ وہ کیا کرتے ہیں ان کا حساب (اعمال) میرے پروردگار کے ذمے ہے کاش تم سمجھو اور میں مومنوں کو نکال دینے والا نہیں ہوں“

3. کفر تکبر: تکبر کی وجہ سے کفر کرنے کی مثال ابلیس کی سرکشی ہے جیسا کہ سورہ بقرہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے.

﴿إِلَّا إِبْلِيسَ أَبَىٰ وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكَافِرِينَ﴾ (البقرة: 34) ”مگر ابلیس نے انکار کیا اور غرور میں آکر کافر بن گیا۔“ فرعون بھی اسی نفسیاتی مرض میں مبتلا ہو کر کافر مرا۔ ﴿وَاسْتَكْبَرَ هُوَ وَجُنُودُهُ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ﴾ (القصص : 39) ”اور وہ اور اس کے لشکر ملک میں ناحق مغرور ہو رہے تھے۔“

سورہ زمر میں فرمایا: ﴿ بَلَىٰ قَدْ جَآءَتْكَ آيَاتِي فَكَذَّبْتَ بِهَا وَاسْتَكْبَرْتَ وَكُنْتَ مِنَ الْكَافِرِينَ﴾ (الزمر: 59) ”(خدا فرمائے گا) کیوں نہیں میری آیتیں تیرے پاس پہنچ گئی ہیں مگر تو نے ان کو جھٹلایا اور شیخی میں آ گیا اور تو کافر بن گیا“۔ یہودیوں کے ایمان نہ لانے میں بھی نسلی گھمنڈ رکاوٹ بنا۔ ﴿أَفَكُلَّمَا جَآءَكُمْ رَسُولٌ بِمَا لَا تَهْوَىٰٓ أَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ ﴾ (البقرة: 87) تو جب کوئی پیغمبر تمہارے پاس ایسی باتیں لے کر آئے جن کو تمہارا جی نہیں چاہتا تھا تو تم سرکش ہو جاتے رہے“

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جنت میں وہ شخص ہرگز داخل نہیں ہوگا جس کے نفس میں ذرے کے برابر بھی تکبر ہوگا“۔

کفر کی تعریف یہ بھی کی جاتی ہے۔ ھو رَدُّالحق ”حق کو قبول نہ کرنا“ اور واحتقارُ الخَلق ”لوگوں کو حقیر سمجھنا“۔

5. کفرِ جحود: (ڈھٹائی پر مبنی کفر جس میں نفرت اور حقارت بھی شامل ہو) یہ کفر تکذیب یا کفر انکار کی ہی ایک شکل ہے۔ حق کو جاننے اور دل میں اس پر یقین ہونے کے باوجود زبان اور عمل سے اسلام کا بھرپور اور قوت سے انکار کرنا اور اسلام کے خلاف دلیلیں دینا، اس قسم کا کفر یہودیوں کی نفسیات میں پایا جاتا ہے۔ سورہ نمل میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

﴿وَ جَحَدُوْا بِهَا وَ اسْتَيْقَنَتْهَآ أَنْفُسُهُمْ ظُلْمًاوَّ عُلُوًّا﴾(النمل: 14)''وہ اسلام کی سچائی کو اچھی طرح جاننے کے بعد اس کا انکار کرتے تھے''۔

سورہ لقمان میں احسان فراموش نمک حرام کی یہ خصوصیت بتلائی گئی ہے کہ وہ اسلام کا برملا انکار کردیتا ہے۔

﴿وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيَاتِنَآ إِلَّا كُلُّ خَتَّارٍ كَفُوْرٍ﴾ (لقمان: 32)'' اور ہماری نشانیوں سے وہی انکار کرتے ہیں جو عہد شکن ناشکرے ہیں''

جحود کی دوسری صورت یہ ہے کہ دل میں اسلام کا انکار اور نفرت کرنا اور ظاہر میں اسلام کا اقرار کرنا، جحود کی یہ باطنی صورت منافق کی ہوتی ہے۔

جحود کی تیسری صورت دہریے اختیار کرتے ہیں اور یہ کفر کی بدترین اور تہہ در تہہ شکل ہوتی ہے۔ وہ دل میں بھی اسلام کو باطل سمجھتے اور نفرت کرتے ہیں اور ببانگ دہل زبان اور عمل سے بھی اسلام کے خلاف زہر اگلتے رہتے ہیں۔

مذکورہ بالا تینوں رویے کفر جحود کے زمرے میں آتے ہیں۔

6. **کفرِ تحلی**: جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہو اُسے حلال سمجھنا' ایسا شخص جو حرام کو حلال سمجھے اُس کے کافر ہونے میں امت کے اندر کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا۔ اللہ کی حرام کردہ چیز کو حلال کرنا اللہ کے ساتھ ہمسری اور اس حاکمیت کی صفت میں شریک ہونا ہے۔

7. **کفرِ کراھت**: اسلام سے کراہت محسوس کرنا بھی کفر بواح ہے۔ سورہ محمد میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَرِهُوْا مَآ أَنْزَلَ اللّٰهُ فَأَحْبَطَ أَعْمَالَهُمْ﴾(المحمد: 9)''یہ اس لئے کہ خدا نے جو چیز نازل فرمائی انہوں نے اس کو ناپسند کیا تو خدا نے ان کے اعمال اکارت کردیئے''۔

اسی سورہ محمد کی آیت میں ۲۶ میں فرمایا: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ ارْتَدُّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَى ' اَلشَّيْطٰنُ سَوَّلَ لَهُمْ' وَ اَمْلٰى لَهُمْ' ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ كَرِهُوْا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ سَنُطِيْعُكُمْ فِيْ بَعْضِ الْاَمْرِ' وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِسْرَارَهُمْ﴾(المحمد: 26)'' جو لوگ راہ ہدایت ظاہر ہونے کے بعد پیٹھ دے کر پھر گئے شیطان نے یہ کام ان کو مزیّن کر دکھایا اور انہیں طولِ عمر کا وعدہ دیا یہ اس لئے کے جو لوگ خدا کی اتاری ہوئی کتاب سے بیزار ہیں یہ ان سے کہتے ہیں عنقریب ہم تمھاری بعض معاملات میں پیروی کریں گے اور خدا ان کے پوشیدہ مشوروں سے واقف ہے''۔

8. **اسلام پر طعن و تشنیع کرنا اور اسلام کا تمسخر اڑانا**: اسلام کا مذاق اڑانا بھی کفر بواح ہے

اس کی دلیل سورۃ توبہ کی یہ آیات مبارکہ ہیں۔﴿وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ ؕ قُلْ أَ بِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ . لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ﴾ (التوبة: 65-66) "اور اگر تم ان سے اس بارے میں دریافت کرو تو کہیں گے کہ ہم تو یوں ہی بات چیت اور دل لگی کرتے تھے۔ کہو کیا تم خدا اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ہنسی کرتے تھے؟ بہانے مت بناؤ، تم ایمان لانے کے بعد کافر ہو چکے ہو"

سورہ نساء میں ایسی مجلس، جس میں اسلام کا مذاق اڑایا جا رہا ہو تو اس مجلس میں خاموشی سے بیٹھے رہنا بھی اسلام کا مذاق اڑانے میں آتا ہے۔ اگر کوئی اس ٹھٹھے بازی کو بزور نہیں روک سکتا تو کم از کم ایسی مجلس سے فی الفور اٹھ جانا اس پر واجب ہو جاتا ہے۔ اس مجلس میں اس کا بیٹھے رہنا اس کی رضا مندی پر محمول ہوگا۔ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖٓ ؕ اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَ الْكٰفِرِيْنَ فِيْ جَهَنَّمَ جَمِيْعًا﴾ (النسآء: 140) "اور خدا نے تم پر اپنی کتاب میں یہ حکم نازل فرمایا ہے کہ جب تم کہیں سنو کہ خدا کی آیتوں سے انکار ہو رہا ہے اور ان کی ہنسی اڑائی جاتی ہے تو جب تک وہ لوگ اور باتیں نہ کرنے لگیں ان کے پاس مت بیٹھو ورنہ تم بھی انہی جیسے ہو جاؤ گے کچھ شک نہیں کہ خدا منافقوں اور کافروں سب کو دوزخ میں اکٹھا کرنے والا ہے".

9. **کفر اعراض**: اللہ کے پیغام پر توجہ نہ دینا کفر اعراض کہلاتا ہے۔ کفر اعراض کی دلیل سورہ کہف ہے﴿ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ فَاَعْرَضَ عَنْهَا وَنَسِيَ مَا قَدَّمَتْ يَدَاهُ﴾(الكهف:57) "اور اس سے ظالم کون جس کو اس کے پروردگار کے کلام سے سمجھایا گیا تو اس نے اس سے منہ پھیر لیا اور جو اعمال وہ آگے کر چکا اس کو بھول گیا".

اسی طرح سورۃ طٰہٰ میں فرمایا ﴿وَقَدْ اٰتَيْنٰكَ مِنْ لَّدُنَّا ذِكْرًا ۚ مَنْ اَعْرَضَ عَنْهُ فَاِنَّهٗ يَحْمِلُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وِزْرًا خٰلِدِيْنَ فِيْهِ ؕ وَسَآءَ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ حِمْلًا ﴾(طٰهٰ:99-101) "اور ہم نے تمہیں اپنے پاس سے نصیحت (کی کتاب) عطاء فرمائی ہے جو شخص اس سے منہ پھیرے گا وہ قیامت کے دن (گناہ کا) بوجھ اٹھائے گا ایسے لوگ ہمیشہ اس عذاب میں مبتلا رہیں گے اور یہ بوجھ قیامت کے روز اُن کے لئے برا ہوگا"

اسی سورہ میں اللہ کے ذکر سے منہ موڑنے والے کی تلخ زندگی کا ذکر اِن الفاظ میں بیان ہوا ہے:﴿ وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا ۚ وَنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى﴾ (طٰهٰ: 124) "اور جو میری نصیحت سے منہ پھیرے گا اس کی زندگی تنگ ہو جائے گی اور قیامت کو ہم اسے اندھا کر کے اٹھائیں گے۔"

نوٹ: کفر اعراض کی دو اقسام ہیں :

کلی اعراض: جس میں اعراض کرنے والا کافر ہو کر دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے

جزوی اعراض: جزوی اعراض کفرِ اکبر تک نہیں پہنچتا اور اِس کا مرتکب دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہوتا۔

(۴): بدری صحابی حاطب رضی اللہ عنہ بن ابی بلتعہ کا قریشِ مکہ کو نبی علیہ السلام کی لشکر کشی کی اطلاع دینا' موالات کبریٰ کے زمرے میں آتا ہے لیکن موالات کبری کے نتیجے میں کافر ہونے میں جو موانع تھے ان کا تذکرہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما دیا تھا۔ اگر وہ موانع نہ ہوتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے میں کفار اور مشرکین کی مدد ایسا کام ہے جو ملت اسلامیہ سے خارج کر دیتا ہے۔ طبری رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حاطب رضی اللہ عنہ بن ابی بلتعہ کے بارے میں فرمایا {**قد شهد بدرا**} کیا حاطب نے معرکہ بدر میں شرکت نہیں کی تھی! حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا بلاشبہ وہ بدر کے غزوے میں شریک تھے مگر (مخبری کرکے) وہ بدعہدی کے مرتکب ہو کر دشمن کے پشت پناہ بنے ہیں۔ اھ

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اِس الزام کی تردید نہیں فرمائی کہ کفار کو مسلمانوں کی اطلاعات دینا اسلام کا عہد توڑنا نہیں ہے لیکن حاطب رضی اللہ عنہ بن ابی بلتعہ کے لئے اس حکم کا اطلاق اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق نہیں کیا گیا تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بدر میں شریک ہونے والوں کے سب اگلے پچھلے گناہ بخش کر انہیں جنت کی خوشخبری دنیا میں ہی دے دی تھی۔ اس لئے اس حکم کا اطلاق ان پر نہیں کیا گیا تھا۔ علاوہ ازیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس فرمان کی بھی تردید نہیں کی کہ مشرکین کے ساتھ تعاون کرنے کی وجہ سے وہ نفاق اور کفر کے مرتکب نہیں ہوئے ہیں لیکن مذکورہ بالا سبب کی وجہ سے ان پر یہ احکام منطبق نہیں کئے گئے تھے۔

مزید برآں حاطب رضی اللہ عنہ بن ابی بلتعہ پر یہ حکم چند اور وجوہ کی بنا پر بھی نہیں لگایا گیا۔

1. حضرت حاطب رضی اللہ عنہ نے جس وقت قریشِ مکہ سے خط و کتابت کی تھی تو انہیں اس فعل کے اس قدر سنگین ہونے کا علم نہیں تھا، وہ اپنے تئیں سمجھتے تھے کہ اس کا کوئی ضرر اسلام کو پہنچنے والا نہیں ہے۔ اس کی دلیل خود حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کا اپنا قول اور نبی علیہ السلام کی تصدیق ہے۔ حضرت حاطب رضی اللہ عنہ نے کہا {**ما فعلت كفراً ولا ارتداداً ولا رضا بالكفر بعدالاسلام**} ''میں نے یہ کام اسلام لانے کے بعد اس لئے نہیں کیا کہ میں کافر ہو جاؤں یا مرتد ہو جاؤں یا کچھ کفر سے ہی میری رضا مندی ہے (بلکہ محض اپنے اہل وعیال کا تحفظ کرنا میرے پیش نظر تھا)'' یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ {**قد صدقكم**} ''حاطب رضی اللہ عنہ نے تم سے سچ کہا ہے'' ہم گزشتہ ابواب میں یہ بات پوری تفصیل سے بیان کر آئے ہیں کہ معتبر تاویل بھی کفر کا حکم منطبق ہونے میں ایک مانع ہوا کرتی ہے۔

2. حضرت حاطب رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں سے نیک نیتی اور خیر خواہی پر کاربند تھے۔ جب ان سے معاملہ کی باز پرس ہوئی تو انہوں نے ذرا بھی پس و پیش سے کام نہیں لیا اور صاف لفظوں میں اقرار کیا کہ اپنے اہل وعیال کی حفاظت کرنا ہی ان کے پیش نظر تھا۔ دل کا اسلام کے بغض سے پاک ہونا نفاق کی نہیں ایمان کی علامت ہے، اس لئے انہیں منافقین میں شمار نہیں کیا گیا بلکہ ان کا پہلے والا مقام (بدری صحابی ہونا) ہی برقرار رکھا گیا تھا۔ نفاق کی جو علامتیں نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے بتلائی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ {اذا حدّث کذب} ''جب بات کرے تو دروغ گوئی سے کام لے''۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کے عذر کو قبول کیا گیا لیکن اُس عورت کو فتح مکہ کے موقع پر قتل کرنے کا حکم آپ ﷺ نے صادر فرمایا تھا جو مسلمانوں کی مخبری کرنے کے لیے ایک خط اپنے جسم میں چھپائے جا رہی تھی' اور باز پرس کرنے پر جھوٹ بولا کہ اس کے پاس کوئی خط نہیں ہے۔ اس عورت نے نفاق کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کی مخبری بھی کی تھی' اس لئے آپ ﷺ نے حضرت حاطب رضی اللہ عنہ والے فعل پر عورت کو تو قتل کرنے کا حکم صادر فرمایا کیونکہ وہ مسلمانوں کی خیر خواہ نہیں تھی جبکہ حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کا عذر قبول کیا' کیونکہ وہ خلوص دل سے مسلمانوں کے خیر خواہی کرتے تھے اور انہوں نے باز پرس کرنے پر کوئی بات بھی نہیں چھپائی تھی۔ دوسری طرف جاسوسی کرنے والی عورت کے لئے آپ ﷺ نے توبہ کا موقع دیئے بغیر قتل کرنے کا حکم صادر فرمایا تھا کیونکہ اپنے جرم کو تسلیم کر کے سچ بولنے کا حکم جرم کا ڈھٹائی سے انکار کرنے والے جیسا نہیں ہوا کرتا۔

3. حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کی ماضی میں ایسی عظیم نیکی تھی جو ایک گناہ کی سزا میں اس کے آڑے آ گئی تھی' اور ان کے لئے شفاعت کا باعث بن کر ان کے حق میں سزا کو موقوف کرنے والی بن گئی تھی۔ یعنی آپ رضی اللہ عنہ کا غزوہ بدر میں شریک ہونا اتنی بڑی سعادت اور نیکی تھی جو دنیا اور آخرت دونوں میں ان کے لئے باعث نجات بن گئی۔

رسول اللہ ﷺ نے اصحابِ بدر کے بارے میں فرمایا تھا: { لن یدخل النار رجلٌ شھد بدراً و الحدیبیۃ } ''جس (خوش نصیب) شخص کو غزوہ بدر یا غزوہ حدیبیہ میں شریک ہونے کی سعادت نصیب ہوئی ہے اُس کے آگ میں جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا''

بنا بریں بدر اور حدیبیہ جیسی سعادت اب کسی کو نصیب نہیں ہو سکتی اس لئے مسلمانوں کی جاسوسی کرنے والے کسی شخص کے لئے آئندہ قتل کی سزا بھی موقوف نہیں ہو سکتی۔

4. نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے حاطب رضی اللہ عنہ بن ابی بلتعہ کے نیک نیت ہونے کی خود شہادت دی تھی۔ آپ ﷺ نے ان کا جواب سن کر ارشاد فرمایا { قد صدقکم } حاطب نے تم سے جو کہا ہے سچ کہا ہے۔

دِل کے احوال کوئی نہیں جانتا اس لئے آپ ﷺ کا یہ فرمان کہ وہ سچ کہتے ہیں بذریعہ وحی تھا کیونکہ ﴿ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوْحٰى ﴾ بنابریں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علاوہ کسی کے لئے یہ ممکن نہیں کہ وہ دل کے حالات جان سکے اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی کچھ اپنے طور پر نہیں جانتے بلکہ اُنہیں وحی کے ذریعے بتایا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تو ظاہری عمل جو ارتداد اور موجب قتل تھا، پر حکم لگاتے تھے اور رسول اللہ ﷺ از روئے وحی دل کی حالت جان کر ان کے عذر کو قبول کرتے تھے۔

5. حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کی سیرت اور مناقب سے ہم بلاکم و کاست آگاہ ہیں۔ حضرت حاطب رضی اللہ عنہ نے اس واقعے کے بعد کبھی ایسا کام نہیں کیا جو از قسم جاسوسی یا مسلمانوں کی بدخواہی پر مبنی ہو۔ یہ فعل آپ رضی اللہ عنہ سے ایک مرتبہ سرزد ہوا اور اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ سے کبھی ایسا نہیں ہوا۔ جبکہ ایک جاسوس مخبری کرنے کو اپنا پیشہ بنا لیتا ہے اور اس کام پر اُسے ذرا بھی شرم محسوس نہیں ہوتی۔ شریعت میں ایک جاسوس کا حکم بالکل واضح ہے۔

اس بحث کے بعد کوئی شخص حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کے فعل کو بنیاد بنا کر مسلمانوں کی جاسوسی کرنے کے جرم کو کفرِ اصغر نہیں کہہ سکتا۔ جاسوسی ایک کفریہ فعل ہے اور اس کی سزا قتل ہے۔ حاطب رضی اللہ عنہ بن ابی بلتعہ کے لئے یہ حکم موقوف ہو گیا تھا۔ ان کے علاوہ اور کسی کے لئے یہ حکم موقوف نہیں ہو سکتا۔

محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ مجموعة التوحيد میں لکھتے ہیں۔ مشرکین کے ساتھ تعاون کی تین صورتیں ہو سکتی ہیں۔ ان میں سے ایک صورت یہ ہے کہ وہ مشرکین کے ملک کا شہری تو نہیں ہے لیکن کوئی لالچ، یا عہدہ، یا معاوضہ یا اپنے وطن میں لوٹنے کا شوق یا اپنے اہل وعیال کو تحفظ دینے کے لئے یا مال و دولت میں نقصان ہونے کے ڈر سے بظاہر مشرکین سے تعاون کرتا ہو، اگرچہ دل میں اُن کے دین کو برا سمجھتا ہو، تو ایسے شخص کا حکم یہ ہے کہ وہ مرتد ہے اور دل میں مشرکین کے خلاف نفرت رکھنے کا اُسے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ وہ اس آیت کے مصداق کافروں میں شمار ہوگا: ﴿ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَيَاةَ الدُّنْيَا عَلَى الْآخِرَةِ وَأَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِيْنَ﴾ (النحل: 107) ''یہ اِس لیے کہ انہوں نے دنیا کی زندگی کو آخرت کے مقابلے میں عزیز رکھا، اور اِس لیے کہ خدا کافر لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا''۔